

توحید

ہے ایک ذات واحد عبادت کے لائق
اسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق
لگاؤ تو لو اپنی اس سے لگاؤ
اسی پر ہمیشہ بھروسہ کرو تم
اسی کے غضب سے ڈرو گر ڈرو تم
مبرا ہے شرکت سے اس کی خدائی

زباں اور دل کی شہادت کے لائق
اسی کے ہیں فرمان طاعت کے لائق
جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ
اسی کے سدا عشق کا دم بھرو تم
اسی کے طلب میں مرو گر مرو تم
نہیں اس کے آگے کسی کی بڑائی

(الطاف حسین حالی)

دعوتِ فکر و عمل

آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے کی تاریخ پر ہم نظر ڈالیں تو دنیا کا جو نقشہ ہمارے سامنے آتا ہے وہ بڑا ہی بھیا نک اور وحشت ناک ہے۔ انسانیت موت اور ہلاکت کے دروازے پر پہنچ چکی تھی، سسک رہی تھی، بلک رہی تھی، بھوک اور پیاس کی شدت سے نیم جاں ہو رہی تھی مگر اس بھوک اور پیاس کا تعلق جسم سے نہیں بلکہ قلب و روح سے تھا۔ اس کے لیے روحانی غذا کی شدید ضرورت تھی، ذہنی قلبی تسکین و راحت کی جستجو تھی، جرّے ایمان و یقین کے لیے لب تر رہے تھے، انسانیت کی کشت بے آب کسی ایسے بارانِ رحمت کی منتظر تھی جو اپنے جلو میں امن و سکون کی دولت لے کر آئے، افسردہ و ملول دلوں کے لیے پیغامِ نشاط و طرب لے کر آئے، جس کے دامن میں محبت و اخلاص کی خوش بو، حق و صداقت کی روشنی اور یقین و ایمان کی مشعل ہو، جس کے چھینٹوں سے آتشِ نفرت بجھے، عداوت کی آگ ٹھنڈی ہو اور انتقام کے شعلے سرد ہو جائیں۔

ظلم و عدوان کے سائے میں حیاتِ انسانی کراہ رہی تھی، جو رستم کی کڑی دھوپ میں جھلس رہی تھی، جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں مسلسل ٹھوکریں کھا رہی تھی، درندگی و سفاکی کے حصار میں دم توڑ رہی تھی، نفرت و عداوت اور جوشِ انتقام کی بھیڑ میں تپ رہی تھی، وحشت و بربریت کے ہاتھوں تہذیب و شرافت کا خاتمہ ہو چکا تھا اور خود غرضی و مفاد پرستی کے کندھوں پر عدل و انصاف کا جنازہ اٹھ چکا تھا۔

دنیا شدت سے ایک بادی و مرشد کی منتظر تھی، ایک مصلح و مزی کی حاجت مند تھی اور ایک معلم کی راہ تک رہی تھی۔ ایسے میں بحرِ رحمت میں تلاطم پیدا ہوتا ہے، ابرِ رحمت گھر کر آتا ہے اور کھل کر برستا ہے۔ وادیِ بطحا سے اٹھنے والے یہ بادل ساری دنیا کے لیے سیرابی کا باعث بنتے ہیں۔ اس کے روحانی فیوض و برکات سے دنیا کا گوشہ گوشہ فیض یاب ہوتا ہے۔ خوش نصیب افراد نے حسبِ توفیق اس سے استفادہ کیا، دل کی مردہ کھیتیاں پھر سے لہلہانے لگیں، قلب و نظر کے ویرانے آباد ہونے لگے، گلشنِ ہستی میں روحانیت کی بہاریں رنگ و بو کے خزانے لٹانے لگیں، بھٹکی ہوئی انسانیت کو سراغِ منزل مل گیا اور دکھی انسانیت نے اپنے درد کی دوا پالی۔

بے اطمینانی کا روحِ فرسا دور ختم ہو گیا، ظلم و ستم کی شبِ دیبجور کا خاتمہ ہو گیا اور طاقت کی حکمرانی کے تاریک دن گنے جا چکے۔ اب ہر طرف ایمان و یقین کی بہار آفرینیاں تھیں۔ عدل و انصاف کی کار فرمایاں اور اخلاص و محبت کی دلنوازیاں تھیں، امن و امان کی نغمہ ریزیاں اور نشاط و طرب کی بزم آرائیاں تھیں، تہذیب و شرافت کی جلوہ سامانیاں اور روحانیت کی عنبر فشانیاں تھیں۔

اب کوئی کسی کا دشمن نہیں تھا، کوئی کسی کے خون کا پیاسا نہیں تھا، کسی کو کسی سے نفرت اور عداوت نہیں تھی بلکہ سب آپس میں بھائی بھائی بن چکے تھے، ایک دوسرے کے دوست اور غم گسار بن چکے تھے۔ ایک فرد کی خوشی سب کی خوشی اور ایک فرد کا غم سب کا غم بن گیا تھا۔ اب سب کا خدا ایک تھا، سب کا نبی ایک تھا، سب کا دین اور سب کا ایمان ایک تھا۔ سب کا قبلہ اور سب کا قرآن ایک تھا اور سب کا مقصد حیات اور سب کا نفع و نقصان ایک تھا۔ (حبیب الرحمن اعظمی عمری)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ الدِّیْنَ فَاَتْبِعُوْنِیْ اَتَّبِعْکُمْ اَوْ اَتَّبِعْ اَمْرًا مِّنْ دُوْنِیْ فَاَتَّبِعْ مَا یَاْمُرُکُمْ بِتَقْوٰی ۚ فَاَتَّقُوا ۚ اِنَّ الدِّیْنَ لَیْکُمْ ۚ اَنْتُمْ سَوَآءٌ عِنْدَیَّ ۚ اَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ

سہ ماہی دست
مولانا ابوبکر صدیق السلفی

بانی
مولانا محمد عطاء اللہ حنیف

مسک احمد ریشکا داعی و ترجمان

لاہور

الاعنصل

یکے از مطبوعات دارالدعوة السلفية

21 صفر المظفر 1434 ۛ جمعة المبارک 04 تا 10 جنوری 2013

شماره: 01 جلد: 65

مجلس ادارت

- شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی
- مولانا محمد اسحاق بھٹی
- مولانا ارشاد الحق اثری
- ملک عصمت اللہ قلعوی
- حافظ حماد شاہر
- حماد الحق نعیم
- مدیر مسئول
- حافظ احمد شاہر

مینجر

• محمد سلیم چنیوٹی 0333-4611619

کمپوزنگ

• رضا اللہ ساجد 0344-4656461

جواہر پارہ

توحید	جواہر پارہ
دعوت فکر و عمل	کلمہ طیبہ
تفکر و تجدید و نعت	اداریہ
تفسیر سورہ یونس..... (۵۴)	درسی قوآن
غنیۃ القاری بترجمة ثلاثیات البخاری (۵)	درسی حدیث
نکاح حلالہ محض زنا اور باطل ہے	افتاء
زہد و تصوف اسلام کی نظر میں..... (۴) آخری	علوم و معارف
فضائل اُبی حنیفہ و اخبارہ و مناقبہ	نقد و نظر
مولانا عبدالحق محدث دہلوی..... (۱)	تذکرہ علمائے اہل حدیث
توپن رسالت اور آزادی رائے	نقطہ نظر
زنا کی جھگی اور اس کے برے اثرات۔	تبصرہ کتب
نماز مسنون۔ شرح عقیدہ واسطیہ سوالاً جواباً	شعر و ادب
(محمد سلیم چنیوٹی)	
(تابش چاڑی)	

خط کتابت کے لیے : ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور
 کرٹ اکاؤنٹ نمبر : ABL 2466-4 بلال سنگھ برانچ لاہور
 فون نمبر : 042-3735 4406
 فیکس نمبر : 042-3 7229802
 رجسٹرڈ نمبر : CPL : 12

فی ہرچہ : 12/- روپے
 سالانہ : 500/- روپے
 بیرونی ممالک سے : 200/- ریال
 60/- ڈالر امریکی

بہارِ اسلامی

E-Mail: al.aitisam@gmail.com

پرنٹر: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاہر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

تشکر و تحریث نعت

دارالدعوة السلفیہ جماعت کا شاید پہلا ادارہ ہے جسے فرد واحد نے اللہ تعالیٰ پر توکل، یقین اور اعتماد کرتے ہوئے اپنے احباب سے مل کر بلکہ مخلصین کے بھرپور تعاون سے جس کو وقف کیا، ادارہ کے لیے اپنی عمر بھر کا اندوختہ ہزاروں کتب پر مشتمل..... ایک وسیع، وسیع، نادر و علمی..... کتب خانہ اہل علم کے لیے عموماً اور جماعت اہل حدیث کے لیے خصوصاً وقف فرما کر اس کی تنظیم و تنسیق کے لیے اپنے اہل علم احباب، مخلصین اور مجاہدین پر مشتمل ایک مجلس عاملہ نامزد کر دی۔ آخر زندگی تک وہ مجلس کی راہنمائی بھی فرماتے رہے، نگرانی بھی کرتے رہے اور جماعت و مسلک کے لیے وہ سب علمی و تبلیغی مساعی بروئے کار لانے کے لیے کوشاں رہے جس کی جماعت کو ضرورت تھی اور ان خدمات کے لیے مجلس عاملہ کو ہمیز لگاتے رہے جن سے مسلک زندہ و پابند رہے اور اہل مسلک اپنے اسلاف کے کارناموں کو مشعل راہ بنا کر زندہ رہتے اور تاریخ بناتے ہیں۔

اس ادارے کی ابتدا اپریل ۶۳ء میں ایک کرائے کے مکان میں حفظ قرآن کے لیے مدرسہ مصباح القرآن قائم کر کے کی گئی تھی۔ پھر ۶۹ء میں جب گردش زمانہ سے ہفت روزہ الاعتصام کا انتظام و انصرام بھی بانی ﷺ کے کندھوں پر آن پڑا تو پھر اس کا دفتر بھی اسی مکان میں لگا کر اس کی اشاعت شروع کر دی گئی۔ ۱۹۷۶ء میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ایسے اسباب پیدا فرمادیے کہ احباب و مخلصین کے تعاون سے پانچ مرلے کا ایک پلاٹ خریدا اور بفضلہ تعالیٰ ۳ جون ۱۹۷۷ء کو تین کمرے تعمیر کر کے مدرسہ مصباح القرآن اور ہفت روزہ الاعتصام اس بلڈنگ میں منتقل ہو گئے اور پھر ۱۹۸۰ء میں اس مرد نحیف و حنیف ﷺ نے اپنا کتب خانہ اس بلڈنگ میں منتقل کر کے یہ سہ منزلہ بلڈنگ (گراؤنڈ فلور، مسجد، لائبریری) اور عمر بھر کا اندوختہ (لائبریری) اعیان جماعت کی خدمت میں یہ کہہ کر پیش کر دیا۔

سپر دم بہ تو مایہ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

احباب جماعت نے دارالدعوة کے قیام، اس کی تعمیر اور کارکردگی میں بہت ہی گراں قدر اور نہایت اخلاص سے تعاون فرمایا جواب تک جاری ہے۔ خصوصاً الاعتصام کی بقا اور اس کے تسلسل میں قارئین کرام کی بتوفیق اللہ تعالیٰ سچی گراں مایہ اور الاعتصام کی قدر افزائی، اس کی خدمات کی شرف قبولیت کی علامات ہیں۔ مولانا ﷺ کا مقصد حیات جماعت، یعنی نئی پود کو اسلاف کی تصنیفات سے متعارف کرانا ان کی تعلیمات سے جماعت کی نسل نو کو آگاہ رکھنا اور متقدمین علماء کی علمی خدمات کا احیاء کرنا تھا۔ اسی بنا پر دارالدعوة السلفیہ کے قیام کے بعد احباب جماعت کے غیر معمولی تعاون سے بعض بہت سی اہم کتب دارالدعوة السلفیہ نے شائع کیں۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کیے جدا مجد امام عبدالسلام ابن تیمیہ کی منقحی الاخبار جس کا ترجمہ جماعت کے بہت بڑے لیکن گوشہ نشین عالم مولانا محمد داود رحمانی رحمہ اللہ کر چکے تھے پر مولانا ﷺ نے اپنے ایک تلمیذ رشید مولانا ابوبکر صدیق السلفی رحمہ اللہ (حال صدر دارالدعوة السلفیہ) سے نظر ثانی کروا کر اور اس کی ذیلی سرخیاں لگوا کر متن کے ساتھ اس کے تین ایڈیشن اب تک شائع ہو چکے ہیں۔ دو ایڈیشن کتابت اور تیسرا ایڈیشن کمپیوٹر کے ساتھ۔ اور اس کتاب نے نئے پڑھ لکھے حضرات خصوصاً وکلاء صاحبان کی معاشرتی مسائل میں بہت راہنمائی کر کے ان کی ایک دینی ضرورت کو پورا کر دیا۔

نواب صدیق حسن خاں رحمہ اللہ کی خودنوشت..... ابقاء المنن بالقاء المحن..... کی تسہیل زبان و املاء کے ساتھ پہلے کتابت سے

اور اب دوبارہ کمپیوٹر سے شائع کی۔

مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ نے دلائل وبراہین کے ساتھ مرزا قادیانی کے کفر کے بارے میں ایک فتویٰ تیار کیا جس پر ہندوستان بھر کے وقیع علماء کے دستخط کروا کر شائع کیا تھا، دارالدعوہ نے اس کو نئی تحقیق و تہذیب کے ساتھ شائع کیا جس کا پہلا ایڈیشن ختم ہو چکا ہے۔ اب اس کی دوسری طبع کمپیوٹر پر اشاعت کے لیے تیار ہے۔

جملہ مسالک میں حدیث شریف کی بنیادی کتاب مشکاة المصابیح کی شرح تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکاۃ..... کی نصف اول مطبوع اور نصف ثانی غیر مطبوع..... حل لغت کے ساتھ مکمل کر کے دارالدعوۃ السلفیہ نے، جس کی جلد سوم پر مولانا رحمہ اللہ کو خود اور جلد چہارم کو حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ اور قاری نعیم الحق نعیم رحمہ اللہ نے مولانا رحمہ اللہ کی نگرانی میں مکمل کیا، اس کے تین ایڈیشن طبع ہو چکے ہیں۔ تنقیح الرواۃ میں شارح رحمہ اللہ نے جن روایات کی تخریج صرف اسماء الکتاب سے کی ہے اب ان روایات کی جدید طریقہ سے تخریج احادیث یعنی یقیناً صفحات کتب یا ترقیم (نمبرنگ) کے ساتھ شروع ہے جو بفضلہ تعالیٰ کم و بیش مشکاة کی نصف اول تک ہو چکا ہے۔ نیز اسی دوران مبتکرات الآلی والدردر فی المحاکمۃ بین العین و ابن حجر اور مشکلات الاحادیث النبویہ کا فوٹو لے کر شائع کی گئیں۔ ان کے علاوہ بعض چھوٹے چھوٹے رسالے جو اگرچہ بہ قامت کہتر تھے لیکن بحمد اللہ ان کی اشاعت بہ قیمت بہتر ثابت ہوئی۔

دینی رسائل و جرائد اور کتب کی اشاعت نفع بخش صرف اس وقت ہونی ممکن ہوتی ہے جب ان کو خالصتاً تجارتی بنیادوں پر چلایا جائے بہ صورت دیگر آٹے میں نمک جتنا نفع لے کر ان کے اخراجات بھی پورے نہیں ہوتے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ کاروباری بنیادوں پر دینی کتب کی اشاعت چیزے دیگر ہوتی ہے۔ اس کے لیے سرمایے کی کثرت اور اس کی تیز رفتار گردش نیز کاروباری نیٹ ورک ناگزیر چیزیں ہوتی ہیں جو کہ دارالدعوۃ جیسے خالص دینی علمی اور تبلیغی ادارے کے لیے ممکن ہی نہیں۔ اسی طرح بعض محبین و مخلصین کے ذہن میں الاعتصام کے بارے میں بھی یہ ابہام ہوتا ہے کہ الاعتصام جب قیمتاً دیا جاتا ہے تو پھر خسارہ کیسا؟ حالانکہ صورت حال یہ ہوتی ہے کہ کسی بھی جریدے کے خود کفیل ہونے کے لیے اس کی اشاعت غیر معمولی ہونی ضروری ہوتی ہے جو شاید ہی کسی جریدے کی ہوتی ہو۔ یا پھر کوئی تنظیم یا تعلیمی ادارہ اس کا کفیل ہو۔ دارالدعوۃ السلفیہ نہ کسی تنظیم سے منسلک ہے اور نہ ہی الاعتصام کسی تعلیمی ادارے کا ترجمان ہے جو اس کی کفالت کرتا ہو۔ اس کا تسلسل اور باقاعدگی صرف اللہ تعالیٰ کے فضل، بانی رحمہ اللہ کے اخلاص اور قارئین الاعتصام کے مخلصانہ تعاون کی مرہون منت ہے۔ کم توڑ مہنگائی نے بڑے بڑوں کی چیخیں نکال دی ہیں لیکن قارئین و معاونین الاعتصام کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ انھوں نے اس رمضان المبارک میں بھی تعاون سے دریغ نہیں کیا۔ یہ تعاون اگرچہ سال گزشتہ کی نسبت ۲۰ (بیس) فی صد کم رہا جب کہ اخراجات غالباً مزید بیس فیصد سے بھی بڑھ جانے کا امکان ہے۔ لیکن ہم پھر بھی معاونین کے تہ دل سے شکر گزار ہیں کہ معاونین نے الاعتصام کو ہمیشہ کی طرح یاد رکھا۔ اس سلسلے میں ہمارے صدر گرامی مولانا ابوبکر صدیق السلفی رحمہ اللہ نے غیر معمولی توجہ فرمائی اور اس پیرانہ سالی میں بھی انھوں نے اپنے تمام تر تعلقات بروئے کار لا کر دارالدعوۃ السلفیہ کے لیے صرف فرمائے۔ جزاہم اللہ عنا وعن جمیع المسلمین خیر الجزاء

اب چند مہینوں سے مجلس عاملہ کے ایک معزز رکن الاعتصام کو انٹرنیٹ پر لانے کے لیے دس ہزار روپے ماہانہ عطا فرما رہے ہیں، جس سے ۲۰۱۱ء کے شمارہ جات انٹرنیٹ پر اپ لوڈ ہو چکے ہیں۔ ان شاء اللہ کوشش ہے کہ اس کی ساری فائلیں انٹرنیٹ پر دے دی جائیں۔ و بید اللہ التوفیق۔ ربنا علیک توکلنا و الیک انبنا و الیک المصیر۔ حسبن اللہ نعم الوکیل نعم المولیٰ ونعم النصیر۔

تفسیر سورۃ یس

مولانا ارشاد الحق اثری

ارذل العمر:

سورۃ الحج میں جو ارذل العمر کا ذکر آیا ہے، اس کا ذکر سورۃ النحل میں بھی ہوا ہے:

﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفَّيْكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُرَدُّ اِلٰى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لَكُمْ لَا يَعْلَمُ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ﴾ [النحل: ۷۰]

”اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا، پھر وہ تمہیں فوت کرتا ہے اور تم میں سے کوئی وہ ہے جو سب سے نگی عمر کی طرف لوٹایا جاتا ہے، تاکہ وہ جان لینے کے بعد کچھ نہ جانے۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔“

﴿اَرْذَلِ﴾ کے معنی نگی، حقیر اور ذلیل عمر کے ہیں۔ اس عمر میں عالم (معاذ اللہ) جاہل بن کے رہ جاتا ہے۔ اس میں دراصل اللہ کی قدرت کا اظہار ہے کہ جس طرح وہ زندہ کرنے اور مارنے پر قادر ہے۔ اسی طرح شہ زور کو ناتواں بنانے اور عالم کو جاہل بنا دینے پر قادر ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنی اولاد کو حسب ذیل کلمات ایسے سکھاتے تھے جیسے استاد بچوں کو لکھنا سکھاتا ہے۔ اور فرماتے تھے رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد ان سے پناہ طلب کرتے تھے:

((اللهم اني أعوذ بك من العجب، وأعوذ بك أن أرد إلى أرذل العمر، وأعوذ بك من فتنة الدنيا، وأعوذ بك من عذاب القبر.))

(بخاری، رقم الحدیث: ۲۸۷۷)

”اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں بزدلی سے، اور میں

تیری پناہ میں آتا ہوں کہ ارذل عمر کی طرف لوٹایا جاؤں، میں تیری پناہ میں آتا ہوں دنیا کے فتنے سے اور میں تیری پناہ میں آتا ہوں عذاب قبر سے۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ”ارذل العمر“ کی بجائے ”الهرم“ یعنی بڑھاپے کے الفاظ ہیں۔ (بخاری: ۲۸۲۳) اور بعض الفاظ کا اضافہ بھی ہے۔

”ارذل العمر“ سے مراد وہ عمر ہے جس میں انسان کی یادداشت ختم ہو جائے۔ یہی وہ دور ہوتا ہے جب افراد خانہ بھی تنگ پڑ جاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

((اغتنم خمسا قبل خمس: شبابك قبل هرمك، وصحتك قبل سقمك، وغناك قبل فقرك، وفراغك قبل شغلك، وحياتك قبل موتك.)) (حاکم: ۳۰۶/۴، الترغیب: ۱/۴)

”پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں کے آنے سے پہلے غنیمت جانو: اپنی جوانی کو اپنے بڑھاپے سے پہلے، صحت و تندرستی کو بیماری سے پہلے، خوشحالی کو فقیری سے پہلے، فراغت کو مصروفیت سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے۔“

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: ”۵۷ سال کی عمر ارذل عمر ہے۔ اس میں ضعف اعصاب اور سوء حفظ کے عوارض شروع ہو جاتے ہیں۔ (ابن کثیر: ۷۱/۲)

یہاں ”ارذل عمر“ کے حوالے سے یہ بات یاد رہے کہ انبیائے

آیۃ النحل: ۷۰

”ارذل العمر کے عوارضات مسلمانوں میں نہیں ہوتے، مسلمان کی جس قدر عمر بڑھتی ہے اللہ کے ہاں اس کی عزت و کرامت بڑھتی ہے عقل و معرفت میں اضافہ ہوتا ہے۔“

لیکن یہ سارے اقوال اکثری و غلیبی ہیں۔ محدثین کرام کی ایک جماعت ہے جو بڑھاپے کی وجہ سے اختلاط کا شکار ہوئی، مثلاً: امام عطاء بن السائب، امام سعید بن ایاس البصری الجری، امام سعید بن ابی عروبہ، امام حصین بن عبدالرحمن السلمی، امام محمد بن فضیل ابوالنعمان عارم، امام عبدالرحمن بن عبداللہ بن عقبہ المسعودی، امام حسین بن علی بن محمد البردعی السمرقندی، امام محمد بن الفضل ابوطاہر، امام ابوالاحمد محمد بن احمد بن الحسین الفطریفی وغیرہ جیسے اساطین علم اس عارضہ کے شکار ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن عباس کا قول علامہ ابن جوزی نے ”روی“ سے نقل کیا ہے۔ کوشش کے باوجود اس کا ماخذ نہیں ملا۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے الدر المنثور میں اسے ذکر نہیں کیا۔

اہل علم و فضل کا وقار اور عزت بلاشبہ بڑی عمر میں بڑھ جاتی ہے اور ان کی قدردانی میں اضافہ ہوتا ہے۔ لیکن اختلاط و فساد عقل کا عارضہ بہر حال خوف ناک ہے اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے ارذل العمر سے ہمیشہ پناہ طلب کی ہے۔ جہاں تلک پیرانہ سالی میں ضعف و کمزوری کا معاملہ ہے تو یہ ایک فطری عمل ہے جس سے انبیاء کرام بھی محفوظ نہیں ہوتے۔ علامہ محمد یوسف شامی نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ گرمی، سردی، بھوک، پیاس، تھکن، ضعف و بڑھاپے سے دوچار ہوئے، آپ ﷺ زخمی بھی ہوئے اور بیماری سے بھی دوچار ہوئے۔

(سبل الہدی: ۳/۱۲)

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ آپ تیرہ رکعت وتر پڑھتے تھے ”فلما کبر وضعف أوتر بسبع“ جب بوڑھے اور کمزور ہو گئے تو وتر سات رکعت پڑھتے تھے۔

(ترمذی مع التحفة: ۳۳۷/۱ وغیرہ)

کرام علیہم السلام اس قسم کے عوارض سے محفوظ ہوتے ہیں۔ اگر وہی ان کا شکار ہو جائیں تو راہبری و راہنمائی کا فریضہ کیونکر ادا ہو سکے گا؟ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان عوارض سے انھیں محفوظ رکھا ہے۔ اسی طرح اہل علم و فضل بھی اکثر و بیشتر اس سے محفوظ رہتے ہیں بلکہ امام عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”من قرأ القرآن لم يرد إلى أرذل العمر.“

(ابن ابی شیبہ: ۴۲۸/۱۰)

”جو قرآن پاک کی تلاوت کا اہتمام کرتا ہے وہ ارذل عمر کو نہیں پہنچتا۔“

عبدالملک بن عمیر بھی فرماتے ہیں:

”إن أبقى الناس عقولا قرأ القرآن.“

(ابن ابی شیبہ: ۴۶۸/۱۰)

”لوگوں میں زیادہ دیر تک عقل رکھنے والے وہ ہوتے جو تلاوت قرآن کا اہتمام کرتے ہیں۔“

اسی طرح امام طاووس فرماتے ہیں:

”إن العالم لا يخرف.“

(ابن ابی شیبہ: ۵۳/۱۴)

”عالم بڑھاپے کی وجہ سے فاسد عقل نہیں ہوتے۔“

قاضی ابوالطیب طبری کی عمر ایک سو سال سے زائد تھی تو کسی نے ان کی صحت پر تعجب کا اظہار کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ میری صحت کا راز یہ ہے:

”ما عصيت الله بواحدة منها.“ (السير: ۱۷)

(۶۷۰)

”میں نے اللہ کی کوئی نافرمانی نہیں کی۔“

بلکہ علامہ ابن جوزی نے تو حضرت ابن عباس کا یہ قول ذکر کیا ہے:

”ليس هذا في المسلمين المسلم لا يزداد في

طول العمر والبقاء إلا يزداد كرامة عند الله

عقلا ومعرفة.“ (زاد المسير: ۴/۶۸ تحت

سے کوئی مستثنیٰ نہیں۔ مگر ”ارذل العمر“ کا بالآخر جو نتیجہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا انبیائے کرام اس سے مستثنیٰ ہیں ان کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ جسے چاہے اس عارضہ سے محفوظ رکھتا ہے۔ قاضی عیاض نے ذکر کیا ہے کہ شیخ ابراہیم بن محمد الحضری (المتوفی ۳۹۶) وفات سے چھ ماہ پہلے فالج کا شکار ہو گئے۔ پھر یہ ہوا کہ وہ سوائے لا الہ الا اللہ اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کے کچھ بھی بول نہیں سکتے تھے۔

(ترتیب المدارک: ۶۷۸/۴)

علامہ سخاوی نے الضوء اللامع (۱۴۴/۱) میں ذکر کیا ہے کہ شیخ برہان حلبی کو فالج ہوا تو وہ ہر چیز بھول گئے حتیٰ کہ سورۃ فاتحہ بھی نہیں پڑھ سکتے تھے۔ پھر بچوں کی طرح آہستہ آہستہ باتیں یاد ہونے لگیں۔ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز پر قادر ہے جسے چاہے اس عارضہ میں مبتلا کر دے جسے چاہے اس میں مبتلا کر کے یادداشت بحال کر دے اور جسے چاہے اس سے محفوظ رکھے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

یہی روایت صحیح مسلم (۲۵۶/۱) میں ”فلما أَسْن“ کے الفاظ سے مروی ہے کہ جب آپ ﷺ بڑی عمر کے ہو گئے تو ترسات پڑھتے تھے۔ علامہ علی قاری نے فرمایا ہے: یہاں بالوں کی سفیدی مراد نہیں بال تو چند گنتی کے سفید ہوئے تھے بلکہ مراد ”آثار الضعف“ ہیں۔ (تحفة الأحمدي)

رسول اللہ ﷺ دو سجدوں کے بعد جلسہ استراحت کر کے اٹھتے تھے۔ علمائے احناف اس کے قائل نہیں، وہ فرماتے ہیں: یہ جلسہ بڑھاپے کی وجہ سے تھا۔ (ہدایۃ مع الفتح: ۲۱۷/۱)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی آخری بیماری میں عبدالرحمن بن ابی بکر مسواک لیے حاضر ہوئے: ”فضعف النبی ﷺ عنہ“ نبی کریم ﷺ کمزوری کی بنا پر اسے چبانہ سکے، میں نے چبا کے اسے نرم کیا، پھر آپ ﷺ نے مسواک کی۔ (صحیح بخاری: ۴۳۷/۱)

لہذا بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے ضعف ایک فطری عمل ہے جس

ادارہ تبلیغ اسلام جام پور کی طرف سے اہم اعلان

اہل حدیث کے امتیازی مسائل پر مشتمل مکمل سیٹ مفت منگوائیں

ادارہ تبلیغ اسلام جام پور کی طرف سے اہل حدیث کے امتیازی مسائل پر مشتمل فوراً خوب صورت اور مدلل سات اشتہارات کا درج ذیل سیٹ مفت زیر تقسیم ہے:

رابطہ بذریعہ فون

صبح 7 بجے سے

10 بجے تک

①..... کیا اللہ کے سوا کوئی اور مشکل حل کرنے پر قادر ہے؟ ایک سوال کی دس شکلیں!

②..... نماز میں پاؤں سے پاؤں ملانے اور سینے پر ہاتھ باندھنے کا ثبوت!

③..... نماز، روزہ کے محمدی دائمی اوقات! ④..... اہمیت نماز اور بے نماز کا انجام! ⑤..... سورۃ فاتحہ خلف الامام!

⑥..... نبی ﷺ سے آمین بالجہر کا ثبوت! ⑦..... اثبات رفع الیدین!

ملک بھر کی تمام مساجد اہل حدیث کے منتظمین حضرات مکمل سیٹ مفت منگوائیں اور فریم کروا کر اپنے زیر انتظام مساجد و دینی مراکز میں نمایاں جگہ پر آویزاں کریں۔
یہ اشتہارات مساجد و مراکز کی زینت اور مسائل حق کی ترویج کا بہترین و موثر ذریعہ ہیں۔ ڈاک خرچ ادارہ خود برداشت کرے گا۔

(مولانا) محمد یسین راہی مدیر ادارہ تبلیغ اسلام جام پور، ضلع راجن پور، پنجاب۔ پاکستان موبائل: 0333-8556473

غنیۃ القاری

بترجمة

ثلاثیات البخاری

تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید

تالیف: امام المفسرین، زیدۃ المحدثین
محیی السنۃ نواب والا جاہ صدیق الحسن خان رحمہ اللہ

۷۔ ساتویں ثلاثی حدیث:

”آخر جہ البخاری فی باب ”إذا أحال دین المیت علی رجل جاز“ من ”کتاب الحوالۃ“ التی ذکر فی الربع الثانی ہکذا حدثنا المکی بن ابراہیم ثنا یزید بن ابي عبيد عن سلمۃ بن الأكوع، قال: کنا جلوسا عند النبی ﷺ إذ أتى بجنائزہ، فقالوا: صل علیہا فقال: ((هل علیہ دین؟)) فقالوا: لا، قال: ((فهل ترک شیئا؟)) قالوا: لا، فصلی علیہ . ثم أتى بجنائزہ أخرى، فقالوا: یا رسول اللہ! صل علیہا، قال: ((هل علیہ دین؟)) قیل: نعم، قال: ((هل ترک شیئا؟)) قالوا: ثلاثۃ دنائیر، فصلی علیہا . ثم أتى بالثالثۃ، فقالوا: صل علیہا، قال: ((هل ترک شیئا؟)) قالوا: لا، قال: ((فهل علیہ دین؟)) قالوا: ثلاثۃ دنائیر، قال: ((صلوا علی صاحبکم)) قال أبو قتادۃ: صل علیہ یا رسول اللہ! وعلی دینہ، فصلی علیہ .“

”اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے باب ”میت کا قرض اگر کسی آدمی کے سپرد کر دیا جائے تو یہ جائز ہے“، ”کتاب الحوالۃ“ میں ذکر کیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں: ہمیں حدیث بیان کی مکی بن ابراہیم نے، مکی کہتے ہیں: ہمیں حدیث بیان کی یزید بن ابی عبید نے سلمۃ بن اکوع سے، سلمۃ کہتے ہیں: ہم

نبی ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک جنازہ لایا گیا، صحابہ نے کہا: آپ ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھیے۔ نبی ﷺ نے پوچھا: ”کیا اس کے ذمہ کسی قرض کی ادائیگی تو نہیں؟“ صحابہ نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے مزید پوچھا: ”کیا اس نے کچھ چھوڑا ہے کہ نہیں؟“ صحابہ نے کہا: نہیں۔ تو آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ پھر ایک دوسرا جنازہ لایا گیا اور صحابہ نے کہا کہ اس کی نماز جنازہ پڑھیے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ”کیا اس کے ذمہ قرض ہے؟“ صحابہ نے کہا: جی ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ”کیا اس نے اپنے پیچھے کچھ چھوڑا ہے؟“ صحابہ نے کہا: تین دینار ہیں۔ تو آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ پھر تیسرا جنازہ لایا گیا اور صحابہ نے کہا: اس کی نماز جنازہ پڑھیے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ”کیا یہ کچھ چھوڑ کر مرا ہے؟“ صحابہ نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ”کیا اس کے ذمہ کچھ قرض ہے؟“ انھوں نے کہا: اس پر تین دینار قرض ہے۔ فرمایا: ”اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھو۔“ ابوقتادہ کہنے لگے: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھیے، اس کے قرض ادائیگی میں اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ تو پھر آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔“

فائدہ: ابویوسف، محمد، مالک، شافعی اور احمد رحمہم اللہ نے اس حدیث سے اس بات کی دلیل لی ہے کہ ایسے فوت شدہ مقروض کی طرف سے کوئی دوسرا ذمہ دار بن سکتا ہے جس نے اپنے پیچھے کچھ مال نہیں چھوڑا کیونکہ اگر ایسی ذمہ داری درست نہ ہوتی تو آپ ﷺ اس پر نماز جنازہ نہ پڑھتے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا کہ ایسے فوت شدہ مقروض

اور مفلس کی ذمہ داری لینا اور اس کی طرف سے کفیل ہونا درست نہیں جس نے کچھ مال نہ چھوڑا ہو کیونکہ ایسے مفلس فوت شدہ کے قرض کی کفالت لینا قرض ساقط کی کفالت لینا ہے اور قرض ساقط کی کفالت لینا باطل ہے اور معنی حدیث بالا کا یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ یہ (ابوققادہ کا ایسا کہنا) کفالت سابق کا اقرار ہو، یعنی یہ وعدہ ہو، کفالت نہ ہو۔ لیکن یہ تاویل ظاہر حدیث کے مخالف ہے۔ ابن بطلان نے کہا: جمہور کا موقف یہ ہے کہ ایسی کفالت صحیح ہوگی اور کفیل مٹو کہ مال میں سے (ادائیگی قرض کے لیے) کچھ بھی لینے کا مجاز نہ ہوگا، امام مالک کے نزدیک مجاز ہوگا جب ضامن بنتے وقت متوفی کے مال میں تصرف کی شرط لگائے۔ ہاں، اگر متوفی کچھ بھی مال نہ رکھتا ہو اور کفیل کو اس بات کا علم ہو تو پھر مجاز نہ ہوگا۔

قاضی بیضاوی نے کہا: شاید آپ ﷺ اس لیے ایسے مفلس قرض داری کی نماز جنازہ پڑھنے سے رک رہے جس نے کچھ مال نہ چھوڑا۔ تاکہ آپ ﷺ قرض سے ڈرائیں اور ادائیگی قرض میں تاخیر کرنے پر زجر (ڈانٹ) فرمائیں۔ یا اس لیے رک رہے کہ اس کے قرض کے سبب قبولیت دعائیں دیر ہوگی کیونکہ یہ (قرض لے کر اسے ادا نہ کرنا) قرض خواہ پر ظلم ہے۔ یا اس لیے (رک رہے) کہ قرض کو ادا کرنے کی کوئی سبیل نکلے، جب ایسا ہو گیا تو پھر آپ ﷺ نے نماز جنازہ بھی پڑھ لی۔

بہر حال قرض وہ بری چیز ہے جس نے اللہ کے رسول ﷺ کو نماز جنازہ پڑھنے سے روکا اور متوفی کو رحمت و برکت سے محروم رکھا۔

قرض از مرتبہ مردی انداخت مرا

بسکہ این راہ گران بود سبک ساخت مرا

۸۔ آٹھویں ثلاثی حدیث:

”ذکرہ البخاری فی باب ”من تکفل عن میت

دینا فلیس له أن یرجع“ من ”کتاب الکفالة“

التي ذكرت فی الربع الثاني هکذا حدثنا

أبو عاصم عن یزید بن أبی عبید عن سلمة

بن الأكوع أن النبی ﷺ أتى بجنازة لیصلي

عليها، فقال: ((هل عليه من دين؟)) قالوا:

لا، فصلی عليه. ثم أتى بجنازة أخرى،

فقال: ((هل عليه من دين؟)) قالوا: نعم،

قال: ((فصلوا علی صاحبکم)) قال أبو قتادة:

علي دينه يا رسول الله! فصلی عليه.

”اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے باب ”جو قرض کی ادائیگی میں

میت کا ضامن اور کفیل بن جائے تو اس کے لیے اپنے اس

عہد سے پھرنا جائز نہیں“، ”کتاب الکفالة“ میں ذکر کیا

ہے۔ امام بخاری نے کہا: ہمیں حدیث بیان کی ابو عاصم نے

یزید بن ابی عبید سے، یزید نے روایت کیا سلمہ بن اکوع سے

کہ نبی ﷺ کے پاس جنازہ لایا گیا تاکہ آپ ﷺ اس کی

نماز جنازہ پڑھیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ”کیا اس پر کوئی

قرض تو نہیں؟“ صحابہ نے کہا: نہیں۔ پھر ایک اور جنازہ لایا

گیا تو آپ ﷺ نے پوچھا: ”کیا اس پر قرض ہے؟“ صحابہ

نے کہا: ہاں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اپنے ساتھی کی نماز

جنازہ پڑھو۔“ ابوققادہ کہنے لگے: اے اللہ کے رسول ﷺ!

اس کا قرض میں اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے اس

کی نماز جنازہ پڑھی۔“

فائدہ: ساتویں اور آٹھویں حدیث کا مضمون ایک ہی ہے، صرف

سند اور الفاظ قدرے مختلف ہیں اور اس میں انھی جنازوں کا تذکرہ ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اہل حدیث کا (قیل وقال کے بجائے)

صرف حدیث پر عمل درست ہے۔ اور نماز جنازہ فرض کفایہ ہے، اگر

فرض عین ہوتی تو نبی ﷺ اسے چھوڑنے کا ارادہ نہ فرماتے۔ نماز

جنازہ کا مفصل طریقہ ”مسک الختام شرح بلوغ المرام“

میں مرقوم ہے۔

ابو عاصم کا نام ضحاک اور باپ کا نام مخلد ہے۔ یہ ابو عاصم النبیل

کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ بصرہ کے رہنے والے تھے۔ ۲۱۲ھ میں

نوے سال کی عمر میں انھوں نے وفات پائی۔

نکاح حلالہ محض زنا اور باطل ہے

مولانا مفتی محمد عبید اللہ خاں عقیف رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال: ((لعن رسول اللہ ﷺ المحلل والمحلل له.)) هذا حديث حسن صحيح. (جامع الترمذی مع شرحه تحفة الأحوذی: ۱۸۶/۲) ”حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حلالہ کرنے والے اور کروانے والے دونوں پر لعنت کی ہے۔“

۳۔ احادیث میں نہ صرف حلالہ کو لعنتی عمل قرار دیا ہے بلکہ آپ ﷺ نے حلالہ نکالنے والے کو بیگانہ سائنڈ قرار دیا ہے۔ پڑھیے اور اپنے کیے پر شرمائیں اور توبہ کریں:

”عن عقبہ بن عامر أن رسول الله ﷺ قال: ((ألا أخبركم بالتيس المستعار؟)) قالوا: بلى يا رسول الله ﷺ! قال: ((هو المحلل، لعن الله المحلل والمحلل له.)) (رواه ابن ماجة: ۱۳۹/۱ وأعله أبو زرعة وأبو حاتم بالإرسال واستنكره البخاري، فقه السنة: ۴۰/۲) ”جناب عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں مستعار سائنڈ کی خبر نہ دوں تو صحابہ نے عرض کی کہ حضرت! ضرور بتلائیں۔ فرمایا: ”وہ حلالہ کرنے والا ہے۔ حلالہ کرنے اور کروانے والے پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے۔“

امام ترمذی عبد اللہ بن مسعود پر وضاحت فرماتے ہیں:

”والعمل على هذا عند أهل العلم من

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں مسمیٰ وحید ممتاز ولد ممتاز حسین نے ایک مطلقہ ثلاثہ عورت مسماۃ یاسمین دختر پیراں دتہ، جو محمد طارق کی بیوہ ہے، اس بیوہ نے سلیم نامی مرد کے ساتھ شرعی نکاح کیا۔ اس نئے خاوند، یعنی سلیم نے تین طلاقیں دے دیں۔ پھر سلیم نے اس بی بی سے صلح کرنے کا فیصلہ کیا تو حنفی مفتی نے حلالہ کی شرط عائد کر دی، لہذا میں (وحید ممتاز) نے تین دن کے لیے اس بی بی مسماۃ یاسمین سے نکاح حلالہ کیا۔ تین دن میاں بیوی رہنے کے بعد میں نے اسے طلاق دے دی۔ اب میں یاسمین اور محمد طارق مرحوم کے نطفہ سے پیدا ہونے والی لڑکی مسماۃ عنعم طارق کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ کیا از روئے احادیث رسول ﷺ اس لڑکی کے ساتھ نکاح کر سکتا ہوں یا نہیں؟ شرعی فتویٰ جاری کیا جائے۔

(وحید ممتاز ولد ممتاز حسین)

جواب: الجواب بعون اللہ اللہ الوہاب . بہ شرط صحت سوال نکاح حلالہ کبیرہ گناہ، سراسر زنا اور لعنتی فعل ہے۔ حلالہ کرنے والا اور کروانے والا دونوں لعنتی ہیں، جیسا کہ درج ذیل احادیث صحیحہ اور حسنہ سے واضح ہے:

۱۔ عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال: ((لعن الله المحلل والمحلل له.)) (رواه أحمد بسند حسن۔ فقه السنة: ۳۹/۲) ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے حلالہ کرنے والے اور کروانے والے دونوں پر لعنت کی ہے۔“

”یہ احادیث بڑی واضح نصوص ہیں کہ نکاح حلالہ شرعاً باطل ہے اور کسی طرح صحیح نہیں کیونکہ یہ لعنتی عمل ہے اور شریعت میں لعنت صرف ناجائز کام پر کی جاتی ہے، لہذا حلالہ کے بعد عورت اپنے پہلے خاوند پر حلال نہیں ہوگی۔“

کیونکہ یہ محض زنا ہے اور زنا کی وجہ سے مزنیہ عورت (جس سے زنا کیا گیا ہے) شرعی منکوحہ بیوی قرار نہیں پاتی، لہذا حلالہ کی وجہ سے مسماۃ یاسمین دختر پیراں دہمسومی وحید ممتاز کی شرعی بیوی قرار نہیں پاتی، اس لیے کہ زنا حرام ہے اور حرام کام کو حلال نہیں کرتا:

”عن ابن عمر رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ((لا یحرم الحرام الحلال)). (سنن ابن ماجہ: ۱/۱۴۵)

لہذا اس حدیث کے مطابق مسماۃ یاسمین اور طلاق دہندہ پہلے خاوند مسمی طارق کے نفطے سے پیدا ہونے والی لڑکی مسماۃ عنم دختر طارق مسمی وحید ممتاز ولد ممتاز حسین کی شرعاً ریبہ نہیں بنتی، لہذا اس کے ساتھ وحید ممتاز نکاح کر سکتا ہے اور یہ نکاح شرعاً صحیح نکاح ہوگا۔

یہ جواب بہ شرط صحت سوال تحریر کیا گیا ہے۔

هذا ما عندي والله تعالى أعلم بالصواب

معلومات داخلہ برائے سعودی یونیورسٹی

وہ حضرات جنہوں نے پچھلے پانچ سالوں میں ایف اے یا اس کے مساوی، یا کسی دینی مدرسے سے العالیۃ کی سند حاصل کی ہو اور ان کی عمر ۲۳ سال سے زائد نہ ہو، یا پچھلے پانچ سالوں میں بی اے کی سند حاصل کی ہو اور عمر ۳۰ سال سے زائد نہ ہو۔

رابطہ: پروفیسر ڈاکٹر رانا خالد مدنی (فاضل مدینہ یونیورسٹی پی ایچ ڈی) سابق مترجم مولجہ شریفہ، مسجد نبوی، مدینہ منورہ، جیمز مین

ادارہ اشاعت اسلام لاہور۔ رابطہ: 0306-4476055

أصحاب النبی ﷺ منهم: عمر بن الخطاب و عثمان بن عفان و عبد اللہ بن عمر و غیر ہم و هو قول الفقهاء من التابعین و بہ یقول سفیان الثوری و ابن المبارک و الشافعی و أحمد و إسحاق، و سمعت الجارود یذكر عن وکیع أنه قال بهذا. و قال: ینبغي أن یرمی بهذا الباب من قول أصحاب الرأي.“

(تحفة الأحوذی: ۲/۲۸۶)

ان احادیث حسنہ و صحیحہ سے معلوم ہوا کہ حلالہ سراسر زنا اور نری فحاشی اور کبیرہ گناہ ہے اور حضرت عمر کے نزدیک اس کی سزا رجم ہے:

”أخرج ابن أبي شیبہ عن عمر قال: لا أوتی بمحلل ولا محلل له إلا رجمتها.“ (تحفة الأحوذی: ۲/۸۶ و رواہ ابن المنذر، فقه السنة: ۲/۴۰)

”حضرت عمر نے فرمایا کہ اگر حلالہ کرنے والا اور کروانے والے لائے گئے تو میں ان دونوں کو رجم کر دوں گا۔“

”فسأل ابنہ (ابن عمر) عن ذلك فقال: كلاهما زانیان.“ (فقه السنة: ۲/۴۰)

”حضرت عبداللہ بن عمر سے اس کی وجہ دریافت کی گئی کہ یہ اتنی کڑی سزا کیوں؟ فرمایا: اس لیے کہ یہ دونوں زانی ہیں۔“ ان احادیث سے ثابت ہوا کہ نکاح حلالہ شرعاً باطل ہے اور حرام نکاح ہے۔

سید سابق مصری فرماتے ہیں:

”هذه النصوص صریحة فی بطلان هذا الزواج و عدم صحته لأن اللعن لا یكون إلا علی أمر غیر جائز فی الشریعة و هو لا یحل المرأة للزوج الأول.“ (فقه السنة: ۲/۴۰)

زہد و تصوف اسلام کی نظر میں

ڈاکٹر عبدالرحمن بن عبد الجبار فریوائی

زہد کے موضوع پر تالیف کی گئی کتابیں:

۱: **الزہد**: مؤلفہ: زائدہ بن قدامہ ابو الصلت کوفی (متوفی ۱۶۰ھ)، داودی نے طبقات المفسرین (۱۷۵/۱) میں اس کا ذکر کیا ہے۔

۲: **الزہد والرقائق** (مطبوع): مؤلفہ: عبداللہ بن مبارک (متوفی ۱۸۱ھ) حاجی خلیفہ نے کشف الظنون (۱۳۲۲/۲) میں زہد کی کتابوں کے ضمن میں اس کا ذکر کیا ہے۔

۳: **زیادات علی زہد ابن المبارک**: مؤلفہ: ابو عبداللہ حسن بن مروزی (متوفی ۲۴۶ھ)

۴: **زیادات علی زہد ابن المبارک**: مؤلفہ: نعیم بن حماد (متوفی ۲۲۸ھ)

۵: **زیادات علی زہد ابن المبارک**: مؤلفہ: یحییٰ بن صاعد (متوفی ۳۱۸ھ)

ابن مبارک کی کتاب ”الزہد“ شیخ حبیب الرحمن اعظمی کی تحقیق کے ساتھ چھپ چکی ہے۔ ابن خیر نے اپنی فہرست (۲۶۸) میں اس کا تذکرہ بنام ”الرقائق“ کیا ہے جو مروزی اور نعیم بن حماد کی روایت سے مروی ہے اور حافظ ابن حجر ”المعجم المفہر س“ (۲۳۸/۱) میں اس کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ اس میں مروزی کی زیادات ہیں جو ابن مبارک کے غیر سے مروی ہیں اور ابن صاعد کی زیادات ہیں جو ان کے اپنے شیوخ سے مروی ہیں۔ فواد سزکین کا بیان ہے کہ اس دور کی سب سے قدیم کتاب جو ہم تک پہنچی ہے وہ ابن مبارک کی کتاب ”الزہد“ ہے۔ (تاریخ التراث العربی: ۴۳۱/۲)

۶: **کتاب الزہد**: مؤلفہ: ابو مسعود معانی بن عمران ازدی موصلی

(متوفی ۱۸۵ھ)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ رقم فرماتے ہیں کہ زہد اور ادب میں ان کی متعدد تالیفات ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ: ۲۶۵/۱)

اس کا قلمی نسخہ مکتبہ ظاہریہ (دمشق) میں موجود ہے: حدیث نمبر ۳۵۹ مجموع، اور اق: ۱۹ (ملاحظہ ہو تاریخ التراث العربی: ۴۳۳/۲) ۷: **الرقائق**: مؤلفہ: فضیل بن عیاض (متوفی ۱۸۷ھ) ابن خیر نے اپنی فہرست (۲۶۸) میں اس کا تذکرہ بنام ”رقائق الفضیل بن عیاض“ کیا ہے۔

۸: **کتاب الزہد**: مؤلفہ: محمد بن فضیل بن غزوہ (متوفی ۱۹۵ھ) حافظ ذہبی ان کے ترجمہ میں رقم طراز ہیں کہ ”وہ کتاب الزہد“ اور کتاب الدعاء وغیرہ کے مصنف ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ: ۳۱۵/۱) حافظ ابن حجر نے المعجم المفہر س (۲۳۸/۱) میں اس کا ذکر کیا ہے اور ”اصابہ“ میں اس کے کچھ اقتباس نقل فرمائے ہیں۔ داودی نے طبقات المفسرین (۲۴۲/۲) میں اسے ذکر کیا ہے۔ (اور ملاحظہ ہو تاریخ التراث العربی: ۱۳۹/۱)

۹: **کتاب الزہد**: مؤلفہ: وکیع بن جراح رواسی (متوفی ۱۹۷ھ)۔ یہ کتاب راقم کی تحقیق کے ساتھ مکتبۃ الدار (مدینہ منورہ) سے ۱۴۰۴ھ میں تین اجزاء میں چھپ چکی ہے۔

۱۰: **الزہد لابن وہب**: مؤلفہ: عبداللہ بن وہب بن مسلم (متوفی ۱۹۷ھ)

حافظ ذہبی بخون کے ترجمے میں لکھتے ہیں: ”کہا گیا ہے کہ جب سخون پر مغازی ابن وہب پڑھی جاتی تھی تو ان کے آنسو بہنے لگتے اور

جب اُن پر الزہد لایں وہ بڑھی جاتی تو وہ رونے لگتے۔“

(سیر اعلام النبلاء: ۱۴/۶۷)

۱۱: **الزهد**: مؤلف: سیار بن حاتم (متوفی ۲۰۰ھ یا اس کے بعد) حافظ نے تہذیب التہذیب (۳/۲۸۳) میں اس کا ذکر کیا ہے۔

۱۲: **الزهد**: مؤلف: ابو عثمان سعید بن منصور مروزی (متوفی ۲۲۷ھ) ابن خیر نے اپنی فہرست (۲۷۱) میں اور سمعانی نے التّحییر فی المعجم الکبیر (۲۲/۳۴۵) میں اسے ذکر کیا ہے۔

۱۳: **کتاب الزهد** (مطبوع): مؤلف: اسد بن موسیٰ معروف بہ اسد السنہ (متوفی ۲۱۲ھ)

حافظ ابن حجر نے المعجم المفہرس (۲۳۹) میں اسی نام سے موسوم کر کے اس کا ذکر کیا ہے اور ابن خیر نے اپنی فہرست (۲۷۰) میں اسے بنام ”الزہد والعبادۃ والورع“ ذکر کیا ہے، نیز سمعانی نے التّحییر (۱/۴۵۶، ۲/۴۷۹) میں اور حاجی خلیفہ نے کشف الظنون (۲/۴۲۳) میں اس کا ذکر کیا ہے۔ ابن رجب نے الخشوع فی الصلاۃ (۳۰) میں اس سے اخذ و استفادہ کیا ہے اور اس کا نام ”الورع“ ذکر کیا ہے۔

اس کی تحقیق اور جرمنی زبان میں ترجمے کا کام آر، جی، خوری (R.G. Khoury) نے انجام دیا ہے۔ یہ کتاب ۱۹۷۶ء میں ویسبادن (Wiesbaden) میں چھپ چکی ہے اور اس کا ایک نسخہ برلین کی لائبریری میں موجود ہے جس کی مائیکروفلم جامعہ اسلامیہ (مدینہ منورہ) کی لائبریری میں (نمبر ۱۰۵۸) موجود ہے۔

۱۴: **کتاب التصوف = الزهد**: مؤلف: ابوالنصر بشر حافی (متوفی ۲۲۷ھ)۔ اس کا ایک نسخہ خدابخش لائبریری (پٹنہ، ہند) میں (۱/۱۲، نمبر ۱۳۷) موجود ہے۔ (ملاحظہ ہو تاریخ التراث العربی: ۲/۴۳۶)

۱۵: **الزهد**: مؤلف: امام ابو عبد اللہ احمد بن حرب نیشاپوری (متوفی ۲۴۴ھ)۔ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون (۲/۱۳۲۲) میں اس کا ذکر کیا ہے۔

۱۶: **کتاب الزهد**: مؤلف: ابوبکر بن ابی شیبہ، متوفی ۲۴۰ھ (۱/۴۱۱)

(جز ۱ء)

سمعانی نے التّحییر (۲/۶۷۲) میں اپنی مسموعات میں اس کا ذکر کیا ہے اور مؤلف نے اپنی ”مصنف“ میں کتاب الزہد کو درج کیا ہے جو ”مصنف“ کا ایک جزء ہے، مستقل کتاب نہیں۔

۱۷: **کتاب الزهد والرفائق**: مؤلف: ابو جعفر محمد بن حسین برجلانی، متوفی ۲۳۸ھ (تاریخ بغداد: ۲/۲۲۲، طبقات الحنابلہ: ۱/۲۹۰، الانساب: ۲/۱۳۹، اللباب: ۱/۱۳۴، المیزان: ۳/۵۲۲، الفہرست لابن ندیم: ۲۶۲)

۱۸: **الزهد** (مطبوع): مؤلف: امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ) برادر محمد الیاس بن عبد القادر ہندی فاضل کلیۃ الحدیث، جامعہ اسلامیہ (مدینہ منورہ) نے اس کتاب میں وارد احادیث و آثار کی فہرست مرتب کی ہے، اس فہرست کے لحاظ سے یہ کتاب ۲۳۴۵ نصوص پر مشتمل ہے۔ ابن خیر (فہرست: ۲۶۹) کا بیان ہے کہ یہ کتاب میں اجزاء پر مشتمل ہے۔ حافظ ابن حجر نے المعجم المفہرس (۱/۲۳۷، ۲/۲۳۸) میں اس کا ذکر کیا ہے اور تبغیل المنفعہ (۸) میں رقم طراز ہیں کہ یہ ضخیم کتاب ہے جو مسند کی ایک تہائی کے بقدر ہے۔ حالانکہ مسند بڑی کتاب ہے۔ اس میں ایسی احادیث اور آثار ہیں جن کا بڑا حصہ مسند میں نہیں ہے، یہ کتاب نامکمل طور پر مطبوع ہے۔ ان شاء اللہ اس کتاب کی دوبارہ تحقیق کا راقم ارادہ رکھتا ہے۔

۱۹: **زیادات عبد اللہ بن أحمد علی زہد أبیہ**: حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام احمد کی کتاب الزہد میں عبد اللہ کے زوائد ہیں جو ان کے والد کے غیر سے مروی ہیں۔ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون (۲/۱۳۲۳، ۱/۹۵۷) میں اور اسماعیل پاشا نے ہدیۃ العارفین (۴۴۲) میں اس کا ذکر کیا ہے۔

۲۰: **الورع** (مطبوع): مؤلف: امام احمد۔ مروزی نے امام احمد سے اس کی روایت کی ہے اور حافظ ابن حجر نے المعجم المفہرس (۱/۲۵۰) میں اس کا ذکر کیا ہے۔

۲۱: **الزهد**: مؤلف: ہناد بن سری (متوفی ۲۴۳ھ)۔ ابن خیر نے

بن اذہم وسليمان الخواص: مؤلفہ: احمد بن ابراہیم دورق
(متوفی ۲۴۶ھ)۔ ابن خیر نے اپنی فہرست (۲۷۴) میں اس کا ذکر کیا ہے۔

۲۵: کتاب الرقائق: مؤلفہ: ابوالاحمد بن محمد بن احمد عسال اصہبانی
(متوفی ۲۴۹ھ) (ملاحظہ ہو تذکرۃ الحفاظ: ۹۸/۳)

۲۶: الزهد وما يجب علي المتناظرين من حسن الأدب:
مؤلفہ: محمد بن یحیٰ (متوفی ۲۵۶ھ) ابن خیر نے اپنی فہرست
(۳۰۱) میں اسے ذکر کیا ہے۔

۲۷: کتاب الزهد: مؤلفہ: ابوالسحاق ابراہیم بن عبد اللہ بن جنید خلی
نزیل سامرا (متوفی ۲۶۰ھ)

ذہبی کا بیان ہے کہ زہد و رقائق میں ان کی متعدد کتابیں ہیں۔
(تذکرۃ الحفاظ: ۱۴۹/۲)

خطیب فرماتے ہیں کہ وہ زہد و رقائق کے باب میں متعدد کتابوں
کے مؤلف ہیں۔ (تاریخ بغداد: ۱۶۰/۶)

اور نیز ملاحظہ ہو الجرح والتعديل لابن ابی حاتم (۱۱۰/۱)۔ سہمی
نے تاریخ جرجان (۱۴۶) میں ان کی کتاب الزہد سے ایک روایت کی
تخریج کی ہے۔ سزکین نے ان کی ایک کتاب ”الحجۃ للہ“ کا ذکر کیا
ہے جو بہ شکل مخطوط مکتبہ طاہریہ (دمشق) میں موجود ہے۔ اور ایک
دوسری تالیف ”کتاب الاولیاء“ کا ذکر ہے جس سے حافظ ابن حجر نے
اصابہ میں اخذ کیا ہے۔ (تاریخ التراث: ۴۲۹/۲)

۲۸: کتاب في ذم الدنيا والزهد فيها: مؤلفہ: ابو جعفر بن محمد
بن ثنی بن زیاد سمار (متوفی ۲۶۰ھ)۔ یہ کتاب بہ شکل مخطوط مکتبہ
طاہریہ (دمشق) میں موجود ہے (۸۹۴۰، اوراق ۱۴۶)۔ تاریخ
کتابت چھٹی صدی ہجری کی ہے۔ (ملاحظہ ہو تاریخ التراث
العربی ۴۲۸) اور اس کی ایک فوٹو کاپی جامعہ اسلامیہ (مدینہ
منورہ) کی لائبریری میں موجود ہے۔

۲۹: الزهد: مؤلفہ: ابو زرعہ عبید اللہ بن عبد الکریم بن یزید رازی
(متوفی ۲۶۴ھ)

اپنی فہرست (۲۷۵) میں اس کا ذکر کیا ہے۔ حافظ ذہبی فرماتے
ہیں کہ زہد میں ان کی بڑی تصنیف ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ: ۲/۱۲
۵۰۹) نیز ملاحظہ ہو کشف الظنون (۱۴۲۲/۲)، التجرید فی الجمع
الکبیر (۵۸۳/۱)، الرسالة المستطرفة للکتانی (۵۱)
اس کا ایک قلمی نسخہ جاریٹ میں موجود ہے۔ (۱۴۱۹، ق ۹۸،
۵۳۱ھ)۔ ملاحظہ ہو تاریخ التراث العربی (۱۶۶/۱) اور ایک دوسرا
نسخہ احمد ثالث کی لائبریری (ترکی) میں موجود ہے۔ (نمبر: ۵۹۱)

اس کتاب کے ٹائٹل پر مؤلف کا نام ”ابن ابی الدنیا“ ثبت ہے،
اسی لیے اس کے فہرست نگار نے اس کا انتساب ابن ابی الدنیا کی
طرف کر دیا ہے اور فواد سزکین نے اسی کی پیروی کی ہے، حالانکہ یہ
کتاب ہناد بن سری کی تصنیف ہے۔ راقم نے اس کی تحقیق اور اس
کے نصوص کی تخریج کا کام انجام دیا ہے جو فی الحال زیر طبع ہے۔ فواد
سزکین سے یہ وہم بھی ہوا ہے کہ انھوں نے ہناد کی تالیفات میں ایک
منتخب کا ذکر کیا ہے بنام ”المنتقى من حديث بقي بن
مخلد وهناد والفارسي“ جو مکتبہ طاہریہ (دمشق) میں موجود
ہے مجموعہ ۱۴۹/۲۲۵ (۲۳۷۱)۔ تاریخ کتابت نویں صدی ہجری
ہے۔ حالانکہ یہ ہناد دوسرے ہیں جو ہناد بن سری سے متاخر ہیں اور
ان کا ترجمہ لسان المیزان میں ہے۔ اس منتخب میں جو احادیث وارد
ہیں ان کا ہناد کی ان مرویات سے کوئی لگاؤ نہیں جو ان کی زہد وغیرہ
میں وارد ہیں۔

۲۲: الزهد: مؤلفہ: حارث بن اسد محاسبی (متوفی ۲۴۳ھ)۔ ابن
خیر نے اپنی فہرست (۲۷۱) میں اس کا ذکر کیا ہے اور فواد سزکین
نے ان کی ایک کتاب ”کتاب المكاسب والورع
والشبهات“ کا ذکر کیا ہے جس کا مخطوط مکتبہ جارا اللہ (ترکی)
میں موجود ہے۔ (تاریخ التراث العربی: ۴۴۰/۲)

۲۳: الزهد: مؤلفہ: ابن ابی الحواری (متوفی ۲۴۶ھ)۔ ابن خیر نے
اپنی فہرست (۲۷۷) میں اس کا ذکر کیا ہے۔

۲۴: زهد ابن سيرين وأيوب ووهيب بن النور وابراهيم

اس کے کچھ اقتباسات اصابہ میں پائے جاتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو تاریخ التراث العربی: ۲۲۶)

۳۰: الزهد: مؤلفہ: ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی (متوفی ۲۷۵ھ)۔

اس کا قلمی نسخہ مکتبہ قرطبین (فاس) میں موجود ہے۔ ابن خیر نے اپنی فہرست (۲۷۱/۱) میں اس کا ذکر کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے المعجم المفہرس (۲۴۱/۱) میں ابن داسعہ عن ابی داؤد کی روایت سے ذکر کیا ہے اور حاجی خلیفہ نے کشف الظنون (۱۴۲۳/۲) میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اور مغربی نسخے کی مانیکر و فلم، جو مغربی خط میں ہے، جامعہ اسلامیہ (مدینہ منورہ) کی لائبریری میں موجود ہے۔ اس کتاب کا اکثر حصہ امام احمد کی کتاب الزہد کی طرح آثار و اقوال پر مشتمل ہے۔

۳۱: زوائد ابن ابی داؤد علی کتاب أبیہ: حاجی خلیفہ نے کشف الظنون (۱۴۲۳/۲) میں اس کا ذکر کیا ہے۔

۳۲: کتاب الزهد: مؤلفہ: ابو حاتم محمد بن ادريس بن مندر خطلی رازی (متوفی ۲۷۷ھ)

اس کے کچھ منتخبات مکتبہ ظاہریہ (دمشق) میں موجود ہیں۔ (مجموع: ۱۰/۲۸، ق ۱۰، ۱۳۸/۱، ۱۴۶/۱) تاریخ کتابت ۵۰۶ھ اور اس کی ایک فوٹو کاپی جامعہ اسلامیہ (مدینہ منورہ) کی لائبریری (نمبر: ۳۲) میں موجود ہے۔ اور تاریخ کتابت ۴۸۱ھ ہے۔ (ملاحظہ ہو تاریخ التراث: ۲۴۰/۱)

۳۳: الزهد: مؤلفہ: جعفر بن محمد بن شکار صانع (متوفی ۲۷۹ھ)۔ ابن خیر نے اپنی فہرست (۲۷۱) میں اس کا ذکر کیا ہے۔

۳۴: الزهد: مؤلفہ: ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ)

حافظ ابن حجر تہذیب (۳۸۹/۹) کے اندر ان کے ترجمے میں رقم طراز ہیں کہ ابو عیسیٰ (ترمذی) کی کتاب الزہد ایک مستقل کتاب ہے جو ہم تک نہیں پہنچی ہے۔

راقم کا خیال ہے کہ حافظ نے مستقل تالیف کی جانب اشارہ اس

لیے کیا ہے کہ امام ترمذی نے اپنی سنن میں بھی زہد و رقائق کے ابواب کو ذکر کیا ہے۔

۳۵: السورع: مؤلفہ: ابن ابی الدنیا (متوفی ۲۸۱ھ)۔ ابن خیر نے اپنی فہرست میں اسے ذکر کیا ہے۔ اس کی ایک فوٹو کاپی جامعہ اسلامیہ (مدینہ منورہ) کے مکتبے (مجموع: ۵۴) میں موجود ہے۔ تاریخ کتابت ۵۶۲ھ ہے۔

۳۶: الرقة والبكاء: مؤلفہ: ابن ابی الدنیا (متوفی ۲۸۱ھ) حافظ ابن حجر نے المعجم المفہرس (ق ۶/۷) میں اس کا ذکر کیا ہے۔

۳۷: کتاب ذکر الدنيا والزهد فیہا والصمت وحفظ اللسان والعزلة: مؤلفہ: ابن ابی عاصم (متوفی ۲۸۷ھ)۔ ان سے ابوبکر قباب نے اس کی روایت کی ہے۔ حافظ ابن حجر نے المعجم المفہرس (۲۶۰/۱، ۲۶۱) میں اور سمعانی نے التحییر (۲/۲۷۶) میں اسے ذکر کیا ہے۔ اس کی ایک فوٹو کاپی جامعہ اسلامیہ (مدینہ منورہ) کی لائبریری میں موجود ہے۔ (مجموع: ۱۴۷-۱۰۰۹)۔ ڈاکٹر عبدالعلی عبدالحمید کی تحقیق سے دار السلفیہ (بمبئی، ہند) میں چھپ چکی ہے۔

۳۸: کتاب الروضة فی الزهد: مؤلفہ: محمد بن احمد بن براء عبدی (متوفی ۲۹۰ھ) (تذکرۃ الحفاظ: ۶۵۹/۲) ابن خیر نے اپنی فہرست (۲۷۴) میں اسے ذکر کیا ہے۔

۳۹: السورع: مؤلفہ: ابوبکر احمد بن علی بن سعید بن ابراہیم قرشی اموی (متوفی ۲۹۲ھ) اس کا ایک نسخہ مکتبہ ظاہریہ (دمشق) میں موجود ہے۔ (تصوف: ۱۲۹/۱ اور اوراق: ۲۹) تاریخ کتابت نویں صدی ہجری ہے۔ (ملاحظہ ہو تاریخ التراث: ۴۱۲/۱)

۴۰: السورع: مؤلفہ: محمد بن نصر مروزی (متوفی ۲۹۴ھ)۔ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون (۱۴۶۹/۲) میں اس کا ذکر کیا ہے۔

۴۱: کتاب الزهد لإبراهیم بن أدھم (دوا جزاء): مرتبہ: محمد بن حسن بن قتیبہ (متوفی ۳۱۰ھ)۔ ابن خیر نے اپنی فہرست (۲۹۹) میں اسے ذکر کیا ہے۔

التراث: ۴۷۸/۵

۴۷: الرقائق والحکایات: مؤلفہ: ابوالحسن خیشہ بن سلیمان بن حیدرہ قرشی طرابلسی (متوفی ۳۴۳ھ)۔ اس کا ایک قلمی نسخہ چھپرپی میں موجود ہے۔ (۲/۳۴۹۵، قسم: ۱، ق: ۱۰-۱۲) تاریخ کتابت ۷۳۹ھ کی ہے، نیز اس کا قلمی نسخہ مکتبہ ظاہریہ (دمشق) میں موجود ہے۔ (مجموع: ۳/۸۲، قسم: ۱۰، ۱۵/۱۸۶-۱/۱۸۶) ملاحظہ ہو تاریخ التراث: ۲۹۹/۱۔

۴۸: الفوائد والزهد والرقائق والمراثی (مخطوط): مؤلفہ: ابو محمد جعفر بن محمد خلدی خواص (متوفی ۳۴۸ھ)۔ تصوف میں بھی ان کا ایک رسالہ ہے۔ (تاریخ التراث: ۴۹۹/۲)

۴۹: الزهد: مؤلفہ: محمد بن حسین ابوبکر آجری (متوفی ۳۶۰ھ)۔ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون (۱۲۲۲/۲) میں اسے ذکر کیا ہے۔ ۵۰: کتاب الزهد: مؤلفہ: امام ابوالاحمد محمد بن احمد بن شعیب شعبی نیشاپوری، شیخ حاکم (متوفی ۳۵۷ھ)۔ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون (۱۲۲۲/۲) میں اسے ذکر کیا ہے۔

۵۱: الزهد: مؤلفہ: محمد بن اسماعیل شکی، شیخ ابن شاہین۔ مالکی نے ”تسمیۃ ماورد بہ الخطیب“ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو طحان کی کتاب الحافظ الخطیب البغدادی وأثره في علوم الحديث: ۲۹۵۔

۵۲: کتاب الزهد: مؤلفہ: ابن شاہین ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان (متوفی ۳۸۵ھ)۔ ذہبی رقم طراز ہیں کہ زہد میں ان کی ایک کتاب ہے جو سوا جزاء پر مشتمل ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ: ۱۸۴/۳) حافظ ابن حجر نے المعجم المفہر (۲۴۴/۱) میں اسے ذکر کیا ہے اور اس کا نام رکھا ہے: ”جزء في الزهد والرقائق والوعید وغير ذلك“

۵۳: الزهد: مؤلفہ: ابوالقاسم خلف بن قاسم اندلی ابن دباغ، متوفی ۳۹۳ھ۔ (تذکرۃ الحفاظ: ۲۱۵/۳)

۴۲: شمائل الزهاد: مؤلفہ: محمد بن عقیل بن ازہر بن عقیل بلخی، امام، حافظ، ثقہ (متوفی ۳۱۶ھ)۔ حافظ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (۶/۲۲) میں اس سے اخذ کیا ہے۔

۴۳: الزهد: مؤلفہ: عبدالرحمن بن ابی حاتم رازی (متوفی ۳۲۷ھ)۔ داودی نے طبقات المفسرین (۲۸۰/۱) میں، سیوطی نے طبقات المفسرین (۶۳) میں اور معلمی نے مقدمہ تقدمہ الجرح والتعديل سے اسے ذکر کیا ہے۔

۴۴: زهد الثمانية من التابعين لعقمة بن مرثد: ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ کی روایت ہے۔ ابن خیر نے اپنی فہرست (۳۰۰) میں اور حافظ ابن حجر نے المعجم المفہر (۵۵۹/۱) میں اسے ذکر کیا ہے۔ اس کا ایک نسخہ مکتبہ ظاہریہ (دمشق) میں موجود ہے۔ (مجموع: ۱۱، ۱۶۰-۱/۱۶۶) تاریخ کتابت چھٹی صدی ہجری کی ہے۔ (ملاحظہ ہو تاریخ التراث: ۲۸۸/۱، ۲۴۰-۲۴۱) ابونعیم نے حلیہ میں تراجم کے ضمن میں اسے ابن ابی حاتم کے علاوہ دیگر طرق، یعنی اپنی سندوں سے ذکر کیا ہے جو عقلمہ تک پہنچتی ہیں، جیسا کہ اس کی تحقیق کے مقدمے میں میں نے مفصلاً بیان کر دیا ہے۔ یہ کتاب میری تحقیق سے مکتبۃ الدار، مدینہ منورہ (دوسرا ایڈیشن) اور جامعہ سلفیہ بنارس سے شائع ہو چکی ہے۔

۴۵: کتاب الزهد الكبير: مؤلفہ: امام ابوالحسن علی بن محمد مصری بغدادی (متوفی ۳۳۸ھ)۔ یہ کتاب چالیس (ذیلی) کتابوں پر مشتمل ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ انھوں نے زہد میں کافی کتابیں تالیف کی ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء: ۳۸۱/۱۵)، نیز ملاحظہ ہو فہرست: ۲۶۲)۔

۴۶: کتاب في معنى الزهد وأقوال الناس فيه وصفة الزاهدين (مخطوط): مؤلفہ: ابوسعید بن الاعرابی (متوفی ۳۴۱ھ) تاریخ التراث: ۴۷۷/۲۔ حافظ ابن حجر نے المعجم المفہر (۲۴۵/۱) میں بنام ”الزهد والمعالمات“ اس کا ذکر کیا ہے۔ ان کی کتاب ”طبقات النساك“ بھی ہے۔ (تاریخ

۵۴: حیاة القلوب فی الرقائق والزهد:

۵۵: المواعظ المنظومة فی الزهد:

۵۶: أنس المریدین فی الزهد:

یہ تینوں کتابیں ابن ابی زینین محمد بن عبد اللہ بن عیسیٰ بن محمد ابو عبد اللہ (متوفی ۳۹۹ھ) کی تالیف ہیں۔ داودی نے طبقات المفسرین (۱۲۲۲) میں ان کا ذکر کیا ہے۔

۵۷: کتاب الزهد: مؤلف: ابوسعید عبد الملک بن ابی عثمان نیشاپوری

خرکشی، متوفی ۴۰۷ھ۔ (شذرات الذهب: ۱۸۴/۳)

۵۸: کتاب الزهد: مؤلف: ابو عبد الرحمن سلمی (متوفی ۴۱۲ھ)۔ سلمیٰ

نے ”طبقات الصوفیہ“ (۳) میں اسے ذکر کیا ہے۔ اس کے مؤلف (ابو عبد الرحمن سلمی) پر تصوف کے بارے میں حدیثیں گھڑنے کی تہمت ہے۔

۵۹: المواعظ والرقائق: مؤلف: ابو علی حسن بن علی بن ابراہیم

اہوازی (متوفی ۴۴۶ھ)۔ حافظ ابن حجر نے اس کا سوال جزء المعجم المفہرس (۲۳۹/۱) میں ذکر کیا ہے۔

۶۰: ذم الدنیا والزهد فیہا (مخطوط): مؤلف: اسماعیل بن علی

استرآبادی (متوفی ۴۴۸ھ)۔ اس کی ایک فوٹو کاپی جامعہ اسلامیہ (مدینہ منورہ) کی لائبریری میں (نمبر: ۱۶۱۳) موجود ہے۔

۶۱: رسالة فی معنی الفقه والزهد: مؤلف: ابن حزم اندلسی

(متوفی ۴۵۶ھ) ملاحظہ ہو ”ابن حزم الأندلسی وجهوده فی البحث التاریخی الحضاری“۔

مؤلف: د. عبد الحلیم عولیس، ص: ۱۱۳، دار الاعتصام، مصر)

۶۲: الزهد الكبير: مؤلف: ابوبکر احمد بن حسین بیہقی (متوفی

۴۵۸ھ)۔ اس کا بڑے سائز کا قلمی نسخہ مکتبہ آصفیہ (حیدرآباد، ہند) میں موجود ہے اور نیز اس کا قلمی نسخہ مکتبہ عارف حکمت

(مدینہ منورہ) میں موجود ہے۔ تاریخ کتابت ۶۲۶ھ ہے۔ تقی الدین طاہری نے اس کی تحقیق کی ہے جو ان کے ڈاکٹریٹ کا

موضوع بحث مقرر تھا۔ اس کی فوٹو کاپی جامعہ اسلامیہ (مدینہ

منورہ) کی لائبریری میں (نمبر: ۵۳) موجود ہے۔ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون (۱۴۲۲/۲) میں اور کتانی نے الرسالة المستطرفة (۵۱) میں اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔

۶۳: الزهد: مؤلف: خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ)۔ حافظ ابن حجر نے المعجم المفہرس (۲۴۲/۱) میں اس کا ذکر کیا ہے اور موارد الخطیب (۸۱) میں اس کا نام ”المختب من الزہد والرقائق“ مذکور ہے۔

۶۴: شفاء الصدور فی الزهد والرقائق: مؤلف: عبد الرحمن بن محمد بن عتاب بن محسن اندلسی قرطبی (۴۳۳ھ-۵۲۰ھ)۔ یہ ایک ضخیم کتاب ہے۔ (الصلة لابن بشکوال: ۲/۳۴۹، ہدیۃ العارفین: ۵۱۸/۱، المؤلفین: ۱۸۴/۵)

۶۵: کتاب فی الرقائق: مؤلف: عبد الحق بن عبد الرحمن اشبیلی صاحب الاحکام (متوفی ۵۸۱ھ)۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ (۱۴۰/۴) میں اس کا ذکر کیا ہے۔

۶۶: الزهد: مؤلف: ابوبکر عز بن رزق۔ ابن خیر نے اپنی فہرست (۲۷۶) میں اسے ذکر کیا ہے۔

۶۷: کتاب الرقة والبکاء: مؤلف: عبد الغنی بن عبد الواحد مقدسی جماعیلی (۵۴۱ھ-۶۰۰ھ)۔ اس کی ایک فوٹو کاپی جامعہ اسلامیہ (مدینہ منورہ) کی لائبریری میں موجود ہے۔ (مجموع: نمبر: ۱۳۲)۔ تاریخ کتابت ۱۴۸۷ء ہے۔

۶۸: کتاب فی الرقائق: مؤلف: ابو علی حسن بن اسماعیل بن حسن السکندرانی معروف بہ ابن الکسی (۵۳۳ھ-۶۱۵ھ)۔ یہ ضخیم کتاب ہے جو چند جلدوں میں ہے، جیسا کہ منذری نے التکملة لوفیات النقلة (۱۶۲/۳) میں بیان کیا ہے۔

۶۹: کتاب الأدب والرقائق (مخطوط): مؤلف: جلال الدین عبد الرحمن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)۔ اس کا قلمی نسخہ مکتبہ طاہریہ (دمشق) میں موجود ہے جس کی ایک فوٹو کاپی جامعہ اسلامیہ (مدینہ منورہ) کی لائبریری میں (نمبر: ۱۴۹۳) موجود ہے۔

اظہار تعزیت

امام حرم کی الشیخ محمد بن عبداللہ السبیل کی وفات حسرت آیات امت مسلمہ کے لیے اور پاکستانی عوام اور اہل حدیث حضرات کے لیے خصوصاً ایک صدے سے کم نہیں، اللہ کریم انھیں جنت الفردوس نصیب کرے اور لواحقین کو صبر جمیل سے نوازے۔
(محمد حسن سعید، دارالعلوم تقویۃ الاسلام، شیش محل روڈ، لاہور)

پروفیسر عبدالکیم سیف کے لیے دعائے صحت
پروفیسر عبدالکیم سیف (ناظم جامعہ محمدیہ قدوسیہ، کوٹ رادھا کشن، قصور) طویل عرصے سے مختلف عوارض میں مبتلا ہیں۔ شیخ زاہد ہسپتال لاہور میں زیر علاج بھی رہے، اب الحمد للہ انھیں افاقہ ہے اور گھر منتقل ہو گئے ہیں۔ احباب ان کے لیے مزید دعائے صحت فرمائیں۔
(حافظ عبداللہ محمود قدوسی)

۷۰۔ کتاب الزہد: مؤلفہ: ثابت بن دینار (متوفی ۱۵۰ھ)۔ فواد سزکین کا بیان ہے کہ یہ پہلی کتاب ہے جسے ہم فن زہد میں پہچانتے ہیں۔ اس کا مؤلف محدث، شیعہ، مفسر اور فقیہ ہے۔

(تاریخ التراث: ۲/۴۳۱، ۲/۲۴۶)

زہد کے موضوع پر یہ وہ تالیفات ہیں جن سے میں واقف ہوسکا۔ ایک قابل ذکر بات یہ باقی رہ گئی ہے کہ محدثین کرام نے اپنی تالیفات میں زہد و رقاق کی حدیثوں کو بہ عنوان ”کتاب الزہد“ یا ”کتاب الرقاق“ یا ”کتاب الورع“ ذکر کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

یہی حال ادباء کا بھی ہے کہ وہ زہد کے ابواب کو اپنی مولفات میں بالخصوص ذکر کرتے ہیں، جیسا کہ ابن قتیبہ نے ”عیون الاخبار“ میں اور جاحظ نے ”البیان والتبیین“ میں کیا ہے کہ ان دونوں حضرات نے ان احادیث و آثار کو ذکر کیا ہے جو اس باب میں وارد ہیں۔

ذوالحلیفہ انٹرنیشنل ٹریول اینڈ ٹورز

خدمات حج و عمرہ کا بااعتماد ادارہ

چیف ایگزیکٹو: حافظ عبدالرحیم مغل۔ رابطہ: 0321-4114174 / 0300-6996215

سپیشل آفر مکمل ٹرانسپورٹ

پیکج 1	27 دن	21 دن	15 دن	پیکج 2	27 دن	21 دن	15 دن
4-6 بیڈ	34,000	30,000	25,500	4-6 بیڈ	30,000	26,000	21,500
3 بیڈ	40,000	35,000	29,000	3 بیڈ	36,500	31,000	26,000
2 بیڈ	54,000	45,000	35,000	2 بیڈ	48,500	40,000	32,000

مکہ المکرمۃ: حرم سے 400 میٹر فاصلہ

مدینۃ المنورۃ: 400 سے 500 میٹر

ٹکٹ اس کے علاوہ ہے۔

ایڈریس: ریلوے روڈ، نزد گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی، لاہور۔ فون: 042-37381262

فضائل ابي حنیفہ وأخباره ومناقبه

لابن أبي العوام

پرايک نظر

مولانا ارشاد الحق اثری رحمہ اللہ

سند نقل کی ہے۔ جسے انھوں نے بالآخر احمد بن ابی العباس رازی سے یوں نقل کیا ہے:

”قال أخبرنا القاضي أبو عبد الله محمد بن سلامة القضاعي قال أخبرنا أبو العباس أحمد بن محمد بن عبد الله بن محمد بن أبي العوام قال أخبرنا أبي أبو القاسم عبد الله بن محمد بن أبي العوام صاحب المسند رحمه الله.“

(جامع المسانيد: ۷۷/۱)

جامع المسانيد کا ایک نسخہ شیخ نجم الدین محمد الدركاني کی تحقیق و تخریج سے شائع ہوا ہے۔ اس کے صفحہ: ۸۵، جلد: ۱ میں بھی یہ عبارت اسی طرح ہے۔ بلکہ شیخ لطیف الرحمن نے بھی اسی کتاب کی اہمیت کے ضمن میں جامع المسانيد کی یہ سند اسی کتاب کے مقدمہ (ص: ۸) میں نقل کی ہے۔ حالانکہ یہ سند متصل نہیں۔ ابوالعباس احمد بن محمد بن عبد اللہ بن محمد نے اسے اپنے دادا ابوالقاسم عبد اللہ بن محمد سے نہیں بلکہ اپنے باپ محمد بن عبد اللہ سے اور انھوں نے اپنے والد عبد اللہ بن محمد سے سنا ہے۔ ابوالقاسم عبد اللہ بن محمد ابوالعباس احمد بن محمد دادا ہیں، والد نہیں مگر افسوس اس کی طرف کتاب کے محقق شیخ لطیف الرحمن اور شیخ نجم الدین نے توجہ نہیں فرمائی۔ اصل میں یہ سند یوں ہے:

”أخبرنا أبو العباس أحمد بن محمد بن عبد الله بن محمد بن أبي العوام قال أخبرنا أبي قال: نا أبي أبو القاسم عبد الله بن محمد

حضرت امام ابوحنيفه نعمان بن ثابت رضى الله عنه (المتوفى ۱۵۰ھ) کے مناقب میں جس قدر کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں ایک بنیادی کتاب أبو القاسم عبد الله بن محمد بن أحمد بن يحيى بن الحارث السعدي المعروف بابن أبي العوام (المتوفى ۳۳۵ھ) کی کتاب ”فضائل أبي حنيفة وأخباره ومناقبه“ ہے جو ۱۳۳۱ھ بمطابق ۲۰۱۰م میں المکتبة الامدادية مکہ مکرمہ سے شیخ لطیف الرحمن البرائعي القاسمي رضى الله عنه کی تحقیق و مراجعت سے ایک جلد میں پہلی بار زیور طبع سے آراستہ ہو کر شائع ہوئی ہے۔ اس میں چونکہ امام ابوحنيفه رضى الله عنه کی کچھ مرویات بھی بیان ہوئی ہیں۔ اس لیے علامہ خوارزمي رضى الله عنه نے جامع المسانيد میں امام صاحب رضى الله عنه کی مرویات پر مشتمل جن پندرہ مسانيد کو جمع کیا ہے ان میں سے ایک ابن ابی العوام کی اسی کتاب کی مرویات بھی ہیں۔ چنانچہ علامہ خوارزمي رضى الله عنه لکھتے ہیں:

”وأما المسند الخامس عشر الذي جمعه الإمام الحافظ ابن أبي العوام السعدي كنيته أبو القاسم واسمه عبد الله بن محمد بن أبي العوام.“ (جامع المسانيد: ۷۷/۱)

”رہی پندرہویں مسند تو وہ ہے جسے امام حافظ ابن ابی عوام سعدی نے جمع کیا ہے۔ ان کی کنیت ابوالقاسم اور نام عبد اللہ بن محمد بن ابی العوام ہے۔“

عجیب غفلت یا طباعتی غلطی:

اس کے بعد علامہ خوارزمي رضى الله عنه نے اس کتاب کی باقاعدہ اپنی

ہے بھلا اس میں ان کا کوئی تعارف کیوں نہ کروا تے؟ یہی نہیں بلکہ انھوں نے فرمایا کہ اس کے بیٹے محمد بن عبد اللہ کا ذکر آئندہ آئے گا۔ مگر اس کا ذکر وہ بھول گئے، یا یوں کہیں کہ اس کا کہیں ذکر ہوتا یا کوئی اتنا پتا معلوم ہوتا تو اس کے ذکر سے وہ بالکل تغافل نہ برتتے۔

شیخ لطیف الرحمن رحمہ اللہ نے کتاب کے مقدمہ میں ”ترجمۃ المصنف“ کے عنوان سے ابوالقاسم عبد اللہ بن محمد کے اساتذہ کا تذکرہ کیا ہے مگر اس سے روایت کس کس نے کی ہے مجال ہے اس کا کوئی ذکر کیا ہو۔ لے دے کے ایک نام ان کے بیٹے کا لیا ہے جو بجائے خود مچھول ہے اور کہیں ترجمہ اس کا بھی نہیں ملتا۔ البتہ ایک بات تذکرۃ الحفاظ (۲: ۷۰۰) کے حوالے سے یہ ڈھونڈ نکالی کہ امام نسائی کے ترجمے میں حافظ ذہبی نے فرمایا ہے:

”قال قاضي مصر أبو القاسم عبد الله بن أبي العوام السعدي: ثنا النسائي، ثنا إسحاق، ثنا محمد بن أعين قال، قلت لابن المبارك: إن فلانا يقول: من زعم أن قوله تعالى ﴿إِنِّي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاغْبُذْنِي﴾ [طه: ۱۴] مخلوق فهو كافر، فقال: صدق، قال النسائي: بهذا أقول.“

یہی بات حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے سیر أعلام النبلاء (۱۴/ ۱۲۷) اور تاریخ اسلام کے ۳۱ طبقے میں ص: ۱۰۸ پر ذکر کی ہے۔ اور یہ قول اسی کتاب فضائل اُبی حنیفہ (ص: ۲۶۴، رقم: ۵۶۵) میں منقول ہے۔ مگر کیا اس سے ابن ابی العوام کا ”الامام الحافظ“ ہونا ثابت ہو جاتا ہے؟ اگر ان کا یہ درجہ ہوتا اور اہل علم کے ہاں وہ معروف ہوتے تو کیا تذکرۃ الحفاظ، سیر أعلام النبلاء یا تاریخ اسلام میں علامہ ذہبی ان کا ذکر نہ کرتے؟ حافظ ذہبی ہی پر کیا موقوف ہے کسی اور محدث یا مؤرخ نے بھی ان کا کوئی ذکر نہیں کیا۔

پھر امام عبد اللہ بن مبارک کے اس قول کا مدار صرف اسی سند پر نہیں بلکہ محمد بن اعین سے یہی قول محمد بن عبد العزیز بن ابی رزمہ، احمد

بن ابی العوام صاحب المسند رحمہ اللہ۔
ابن ابی العوام کون ہیں؟

یہ ابوالقاسم عبد اللہ بن محمد بن ابی العوام کون ہیں جنھیں علامہ خوارزمی نے ”الامام الحافظ“ کے القاب سے ملقب کیا ہے۔ جب کہ امر واقع یہ ہے کہ ابوالقاسم عبد اللہ بن محمد کا کوئی ترجمہ اور توثیق کسی کتاب میں نظر نہیں آتی، بلکہ ماضی قریب کے ذہبی العصر علامہ عبد الرحمن المعلمی الیمانی نے تو فرمایا ہے:

”أما أبوه وجدته فلم أجد لهما أثرا إلا من طريقه.“ (طليعة التنكيل، ص: ۲۸)

”احمد بن محمد بن عبد اللہ ابوالعباس کے باپ اور دادا کا ذکر اُس کی سند کے علاوہ میں نے کہیں نہیں پایا۔“

علامہ کوثری نے طليعة التنكيل پر بعض مواخذات ”الترحيب بنقد التائب“ کے نام سے کیے مگر ابن ابی العوام پر جو تبصرہ علامہ المعلمی نے کیا تھا اس سے بالکل خاموش رہے۔

علامہ خوارزمی رحمہ اللہ ۶۶۵ھ میں فوت ہوئے جو ابن ابی العوام کو ”الامام الحافظ“ کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ ان کے بعد علامہ عبد القادر القرشي الحنفي (المتوفى ۷۷۵ھ) ہیں جنھوں نے ”الجواهر المضية في طبقات الحنفية“ کے نام پر کتاب لکھی۔ اس میں انھوں نے علامہ خوارزمی رحمہ اللہ کا بھی مختصر ترجمہ لکھا ہے۔ (الجواهر: ۱۳۲/۲) مگر یہی علامہ خوارزمی جسے ”الامام الحافظ“ کے القاب سے متعارف کرواتے ہیں، علامہ القرشي اس کا ذکر یوں کرتے ہیں:

”عبد الله بن محمد بن احمد، جد احمد بن محمد بن عبد الله الإمام المذكور في حرف الألف، ويأتي ابنه.“

(الجواهر المضية: ۱/ ۲۸۲)

غور فرمایا آپ نے کہ ”ابوالقاسم“ عبد اللہ بن محمد بن احمد کا بس نام ہے نہ کام نہ کوئی لقب و تعارف، اگر وہ واقعی ”الامام الحافظ“ ہوتے تو علامہ عبد القادر، جنھوں نے حنفی شیوخ کے تعارف میں یہ کتاب لکھی

السعدی تھا اور حاکم بامر اللہ نے اپنے ہم خیال چار فقہاء کو قاضی ابوالعباس کا نگران بنا رکھا تھا تا کہ وہ اسماعیلی عقیدہ و عمل کے خلاف کوئی فیصلہ نہ دے۔ (الجواهر المضیة: ۱/ ۱۰۷)

غور فرمائیے اندریں حالات شیخ ابوالعباس ابن ابی العوام منصب قضاء پر کیا خدمات سر انجام دیتے ہوں گے۔ ان کے علم و فضل کی بنا پر قاضی تو انھیں بنا دیا گیا ہے مگر کوئی فیصلہ کرنے میں وہ آزاد نہ تھے اور اسماعیلی عقیدہ و عمل کے مطابق ہی فیصلہ کرتے تھے۔ گویا اسماعیلی عقائد و افکار کی تنفیذ ایک سنی عقیدہ کے قاضی سے کروائی جا رہی تھی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ اس قسم کی آزمائش سے سب کو محفوظ رکھے۔

یہاں ممکن ہے کہ یہ اشکال کسی کے ذہن میں انگڑائی لے لے کہ ابوالعباس قاضی اپنے باپ محمد بن عبد اللہ سے روایت کرتے اور وہ اپنے باپ عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں۔ بیٹے سے بڑھ کر باپ کو جاننے والا کون ہو سکتا ہے۔ اس لیے اس سلسلے کو مجہول قرار نہیں دیا جاسکتا۔ مگر یہ سہارا اصول روایت کے تناظر میں بے کار ہے کیونکہ جمہور ائمہ محدثین کے نزدیک جہالت عین تب رفع ہوتی ہے جب اس سے دو ثقہ راوی روایت کرتے ہوں۔ اخنس بن خلیفہ سے اس کا بیٹا بکیر روایت کرتا ہے اور بکیر بن اخنس ثقہ ہے۔ (تقریب، ص: ۶۷) اس کے باوجود حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

”ولا يلزم من ذلك أن يكون الرجل ثقہ، إذ حاله غير معروفة ورواية ابنه عنه فقط لا ترفع جهالة حاله، هذا إن رفعت جهالة عينه.“ (لسان: ۱/ ۳۳۱)

”اس سے لازم نہیں آتا کہ رجل (یعنی اخنس) ثقہ ہو جب کہ اس کا حال معروف نہیں اور اس سے صرف اس کے بیٹے کی روایت سے اس کی جہالت حال رفع نہیں ہوتی، یہ تب ہے جب اس کی جہالت عین رفع ہو جائے۔“

اس لیے بیٹا ثقہ ہو اور تباہی باپ سے روایت کرتا ہو تو اس سے

بن شبویہ اور احمد بن سعید الدارمی بھی بیان کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو السنہ لعبد اللہ بن احمد (رقم: ۱۳)، الثقات لابن حبان (۶۵/۹)، الإبانة لابن بطة (رقم: ۲۲۱۰)، شرح اعتقاد اہل السنہ (رقم: ۴۲۸)، الاسماء والصفات للبیہقی (رقم: ۵۲۸) بلکہ امام بخاری نے بھی اسے خلق افعال العباد (ص: ۷) میں ابن مقاتل عن ابن المبارک کی سند سے معلقاً بیان کیا ہے۔ اور امام دارمی نے الرد علی الجہمیہ (رقم: ۱۸۶) میں اسے الحسن بن ربیع عن ابن المبارک کی سند سے روایت کیا ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ ابن ابی العوام تو قاضی ہیں وہ مجہول کیسے ہو سکتے ہیں تو یہ بھی محض ”ڈوبتے کو تنکے کا سہارا“ کا مصداق ہے۔ قاضی اگر کذاب، مترکب ضعیف اور ہو سکتے ہیں تو مجہول بھی ہیں۔ چنانچہ ضرار بن علی القاضی مجہول ہے۔ (میزان: ۳۲۹/۲، لسان: ۲۰۲/۳)

سالم بن سلمۃ ابوسہرہ قاضی تھا مگر اسے بھی مجہول کہا گیا ہے۔ (میزان: ۱۱۱/۲، المغنی: ۲۵۰/۱، اللسان: ۴/۳ وغیرہ)

ابوالقاسم عبد اللہ بن محمد کے مجہول ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے جس سے صرف ایک اس کا بیٹا محمد روایت کرتا ہے اور اس بیٹے سے بھی صرف اس کا بیٹا ابوالعباس احمد بن محمد روایت کرتا ہے۔ وہ بھی مصر میں فاطمی عبیدی فرمانروا الحاکم بامر اللہ کے قاضی تھے۔ الحاکم کے ظلم و ستم اور باطنی ورافضی عقیدے کے علاوہ اس کے شیطان نے اس سے ربوبیت کا دعویٰ کروا دیا اور جاہل لوگ اسے دیکھ کر ”یا واحد، یا احد یا محیی یا ممیت“ کہتے تھے۔ حافظ ذہبی نے تو اسے اپنے دور کا فرعون کہا ہے۔ اس کے ظلم اور دین سے انحراف کی داستانیں تاریخ کے اوراق میں بھری پڑی ہیں۔ ملاحظہ ہو: المنتظم: ۱۵/۱۳۹، ۱۴۱۔ النجوم الزاہرۃ: ۲/۲۲، ۲۳۔ سیر اعلام النبلاء: ۱۵/۱۷۶، ۱۹۶۔ حسن المحاضرہ: ۲/۲۲، ۲۳۔ سیر اعلام النبلاء: ۱۵/۱۷۶، ۱۹۶۔ تاریخ الاسلام للذہبی طبقہ: ۴۲ (ص: ۲۳۷، ۲۴۲) البدایہ: ۱۳/۳۶، ۳۹۔ الکامل لابن الاثیر: ۹/۳۱۴ وغیرہ۔

اسی باطنی اسماعیلی کا قاضی، ابوالعباس احمد بن محمد ابن ابی العوام

ہے کہ یہاں ”رفع الإصر“ میں یہ طباعتی غلطی ہے اصل عبارت یوں ہونی چاہیے:

”ولأبي العباس رواية عن أبيه عن جده، وهو روى عن أبي بكر محمد بن جعفر.....

إلخ“ واللہ أعلم
اصل مصنف کون ہے؟

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ”رفع الإصر“ میں ابوالعباس احمد السعدی کے ترجمے میں یہ بھی لکھا:

”وله مصنف حافل في مناقب أبي حنيفة وأصحابه.“

”ان کی امام ابوحنیفہ اور ان کے تلامذہ کے مناقب میں ایک بڑی تصنیف ہے۔“

بلکہ شیخ لطیف الرحمن نے ”الطبقات السنية“ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ابوالعباس کے دادا ابوالقاسم عبداللہ بن محمد نے مناقب کا مسودہ لکھا تھا بھی اس کی تمییز نہیں کر پائے تھے کہ فوت ہو گئے۔ ابوالقاسم کے پوتے ابوالعباس نے اس کی تمییز کی، اس میں اضافہ کیا اور یہ نسخہ تیار کیا۔ (مقدمہ فضائل ابي حنيفة: ۱۱، ۳۷)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل مسودہ تو ابوالقاسم رحمہ اللہ کا تھا اس کی تمییز اور اس میں بعض اضافے ابوالعباس عبداللہ بن محمد کے ہیں۔ مثلاً ایک مقام پر ہے:

”وقد وجدت روى عن أبي حنيفة رحمه الله وأخذوا عنه لم يذكر لهم جدي رحمه الله رواية عنهم.“ (فضائل، ص: ۲۳۴)

اس کے بعد ابوالعباس رحمہ اللہ نے اپنی سند سے مزید ان راویوں کا ذکر کیا ہے جنہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے استفادہ کیا ہے۔ مگر یہ اضافے اتنے زیادہ نہیں، اکثر روایات واقوال وہ اپنے باپ محمد رحمہ اللہ کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں۔ مبیضہ تیار کرنے اور اس میں زیادت کی وجہ سے غالباً حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے

باب کی نہ جہالت عین رفع ہوتی ہے نہ ہی جہالت حال۔ لہذا ابوالعباس احمد السعدی کے قاضی ہونے سے اس کے باپ اور اس کے دادا کی جہالت مرتفع نہیں ہوتی اس لیے یہ کتاب مسلسل مجہول راویوں پر موقوف ہے۔

ایک عجیب گھٹا:

کتاب کے محقق جنہیں ”فضيلة العلامة المحدث المحقق“ کے القاب سے نوازا گیا ہے، انہوں نے حافظ ابن حجر کی کتاب ”رفع الإصر عن قضاة مصر“ کے حوالے سے ابوالعباس احمد بن محمد السعدی ابن ابی العوام کے بارے میں نقل کیا ہے:

”ولأبي العباس رواية عن أبيه عن جده، وروى أيضا عن أبي بكر محمد بن جعفر بن أعين وأبي بشر الدولابي وأبي جعفر الطحاوي..... إلخ“ (حاشیہ، ص: ۳۷)

”ابوالعباس کی روایت اپنے باپ اور ان کے دادا سے ہے اور اس نے ابوبکر محمد بن جعفر بن اعین، ابوبشر دولابی اور ابو جعفر طحاوی وغیرہ سے بھی روایت لی ہے۔“

”رفع الإصر“ میں بلاشبہ یہ عبارت اسی طرح ہے مگر جیسا کہ کہا گیا ہے نقل را عقل باید۔ ”فضيلة العلامة المحدث“ صاحب کو سوچنا چاہیے تھا کہ کیا ابوالعباس، ابوبکر محمد بن جعفر بن اعین، ابوبشر دولابی اور ابو جعفر طحاوی وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ بلکہ کر بھی سکتے ہیں؟ کیونکہ ابوالعباس احمد، جیسا کہ خود فضيلة العلامة نے ذکر کیا ہے کہ ۳۴۹ھ میں پیدا ہوئے جب کہ امام طحاوی ایک عرصہ پہلے ۳۲۱ھ میں وفات پا چکے تھے۔ اور ابوبشر محمد بن احمد بن حماد الدولابی ۳۱۰ھ میں اور محمد بن جعفر بن اعین ۲۹۳ھ میں فوت ہوئے۔ اس لیے ابوالعباس ابن ابی العوام کے یہ شیوخ نہیں بلکہ اس کے دادا عبداللہ بن محمد کے شیوخ ہیں۔ کتاب کی ابتدائی روایات سے بھی یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے۔ مگر افسوس کہ حضرت محقق کی توجہ اس طرف نہیں ہوئی۔ معلوم ہوتا

ابوالعباس کی طرف منسوب کیا۔ واللہ اعلم

کیا خطیب بغدادی نے اس سے استفادہ کیا ہے؟

کتاب کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے یہ بھی کہا گیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے مناقب میں خطیب بغدادی نے بھی ابن ابی العوام کی اس کتاب سے استفادہ کیا ہے۔ (ص: ۴)

مگر یہ درست نہیں۔ خطیب بغدادی نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ تاریخ بغداد کی جلد ۱۳ میں دیا ہے۔ اس میں ابن ابی العوام کے حوالے سے کوئی روایت ہمیں نظر نہیں آئی۔ دکتور اکرم ضیاء العمری رحمۃ اللہ علیہ نے ”موارد الخطیب البغدادی فی تاریخ بغداد“ کے نام پر ایک ضخیم کتاب ترتیب دی ہے۔ اس میں بھی انھوں نے ابن ابی العوام کی اس کتاب کو خطیب کے مراجع میں شمار نہیں کیا۔ بلکہ اس کی بجائے احمد بن الصلت الحمائی، مکرم بن احمد القاضی اور علی بن محمد التیمی کی کتب مناقب کو خطیب کا مصدر و مرجع قرار دیا ہے۔ لہذا بلا دلیل ابن ابی العوام کی اس کتاب کو بھی خطیب بغدادی کا مرجع قرار دینا درست نہیں۔

کیا امام صاحب تابعی ہیں:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تابعی ہونے نہ ہونے کے بارے میں آراء مختلف ہیں۔ یہاں اس کی تفصیل و تنقیح مطلوب نہیں بلکہ یہ بتلانا مقصود ہے کہ ابن ابی العوام نے انھیں تابعی ثابت کرنے میں کیا کمال دکھایا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

”ذکر لی عن بعض من لا معرفة له: أن أبا حنيفة لم يكن من التابعين، فاحتجت إلى إخراج كل صحابي بلغني وفاته بعد مولد أبي حنيفة.“ (فضائل اُبی حنیفہ، ص: ۲۲۲)

”مجھ سے بعض کے حوالے سے ذکر کیا گیا جنھیں کوئی معرفت نہیں کہ وہ کہتے ہیں: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تابعی نہیں۔ اس لیے مجھے ضرورت محسوس ہوئی کہ میں ہر اس صحابی کی وفات کا ذکر کروں جن کی وفات امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی

پیدائش کے بعد ہوئی ہے۔“

اس کے بعد چودہ صحابہ کرام کا ذکر کیا ہے جن کی وفات امام صاحب کی پیدائش سے تین، پانچ، سات، گیارہ اور اکیس سال بعد ہوئی ہے۔ اس فہرست میں مزید اضافہ کیا جاسکتا ہے بلکہ کیا بھی گیا ہے۔ ہم یہاں اس بحث میں الجھنا مناسب نہیں سمجھتے کہ ان میں سے کسی سے روایت یا روایت ثابت ہے یا نہیں۔ بلکہ قارئین کرام کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کروانا چاہتے ہیں کہ محض کسی صحابی کی وفات امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش کے بعد ہونے سے امام صاحب کا تابعی ہونا ثابت ہو جاتا ہے؟ امام صاحب کے تابعی ہونے کے لیے جو دلیل ابن ابی العوام نے دی ہے اس میں کیا معقولیت ہے؟ کسی اور کتاب کے حوالہ کی ضرورت نہیں۔ حنفی اصول میں جسے ”قواعد علوم الحدیث“ کا نام دے دیا گیا ہے اس میں بھی اس حقیقت کا اعتراف ہے:

”اعلم أن جمهور المحدثين على أن الرجل بمجرد اللقي والرؤية يصير تابعياً.“

(قواعد، ص: ۳۰۶)

”خوب جان لو کہ جمہور محدثین اس موقف پر ہیں کہ آدمی صرف (صحابی سے) ملاقات اور (اس کی) روایت سے تابعی ہو جاتا ہے۔“

مگر غور فرمایا آپ نے کہ ابن ابی العوام نے امام صاحب کو تابعی بنانے کے لیے روایت یا ملاقات کا کوئی حوالہ نہیں دیا بلکہ اس کو نبی داور دلیل بنایا ہے کہ امام صاحب کی پیدائش کے بعد فلاں فلاں صحابی زندہ تھے۔ اب اس استدلال میں علم و فضل کا کیا کمال ہے، اس کا فیصلہ اہل علم خود کر سکتے ہیں۔

صحابی سے ملاقات بلاشبہ بہت بڑا شرف ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اس شرف سے نواز دیتا ہے۔ مگر کسی صحابی کی زندگی میں کسی کا زندہ ہونا اس کے تابعی ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ امام صاحب کے دادا استاد امام ابراہیم بن یزید النخعی رحمۃ اللہ علیہ ۵۰ھ میں پیدا ہوئے تو کیا یہ کہا جائے گا کہ ان کی زندگی میں اتنے صحابہ زندہ تھے بلکہ وہ تو یقیناً سبھی تھے

مولانا عبدالعزیز راشد کے لیے دعائے صحت

مولانا عبدالعزیز راشد فیصل آبادی گزشتہ دنوں شدید علیل ہو گئے تھے۔ اللہ کے کرم سے انھیں اب کچھ افاقہ ہو گیا ہے احباب اپنی خصوصی دعاؤں میں انھیں یاد رکھیں اور صحت کی دعا فرماتے رہیں۔ (محمد زبیر عابد، شیخوپورہ)

ضرورتِ خادم

ایک معمولی لکھے پڑھے عمر رسیدہ خادم کی ضرورت ہے، جو دینی مدرسے میں خدمات انجام دے سکے۔ بہ ذریعہ فون رابطے کے بعد تشریف لائیں۔

۱۔ حافظ محمد ایوب خالد مہتمم۔ 0300-8878629

۲۔ قاری شرافت اللہ فاروقی۔ 0300-7669389

مدرس جامعہ عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ اہل حدیث

منڈی جھبراں ضلع شیخوپورہ

جن کا نام ابن ابی العوام نے امام صاحب کو تابعی بنانے کے لیے لیا ہے۔ تو کیا بس اسی بنیاد پر ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے بارے میں کہا جائے گا کہ انھوں نے ان سب کو دیکھا ہے؟ انھیں بعض صحابہ کرام کی بلاشبہ زیارت کا شرف حاصل ہے، اس بنا پر وہ تابعی ہیں۔ لیکن یہ تو نہیں کہ ان کی زندگی میں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زندہ تھے، ان سب کی محض موجودگی کو دلیل بنا کر یہ دعویٰ داغ دیا جائے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ صرف اس لیے تابعی ہیں کہ ان کی زندگی میں فلاں فلاں اصحاب رسول موجود تھے۔ یہ زائد استدلال دراصل ابن ابی العوام کے علم و فضل کا کمال ہے۔

امام نخعی ہی نہیں امام صاحب کے استاد حماد بن ابی سلیمان کے بارے میں بھی کیا یہی کہا جائے گا؟ کیا ان کی زندگی میں بھی یہ سب صحابہ زندہ تھے یا نہیں؟ اس لیے ابن ابی العوام کا یہ استدلال درست نہیں۔ وہ اگر ان سے سماع یا روایت کی بات کرتے تو اس کا جائزہ امر دیگر ہے جس کی یہاں ضرورت ہے نہ اس پر بحث کی گنجائش ہے۔ (باقی آئندہ)

طبع اول (۱۹۵۶ء)
طبع دوم (۲۰۱۰ء)

حجیت حدیث نمبر ہفت روزہ الاعتصام

ہفت روزہ الاعتصام کے حجیت حدیث نمبر کا دوسرا ایڈیشن شائع ہو گیا ہے۔ یہ نمبر موضوع اور مضامین کے تنوع کے اعتبار سے اس لائق ہے کہ اسے ہر حلقہ میں پہنچایا جائے۔ فاضل مضمون نگاروں نے نہایت محنت اور تحقیق سے اس کے مضامین تحریر فرمائے ہیں۔ اپنی گونا گوں خصوصیات کے لحاظ سے اور انکار حدیث کی رہ رہ کر اٹھتی لہروں سے نپٹنے کے لیے یہ علمی دستاویز اس قابل ہے کہ جماعت کے ذمہ دار حضرات، مساجد کے خطباء کرام، پڑھے لکھے تاجر و صنعتکار احباب سکولوں، کالجوں، سرکاری لائبریریوں، اساتذہ، پروفیسروں اور اصحاب علم و تحقیق تک اس کو پہنچائیں خصوصاً مدارس دینیہ کے منتہی طلباء کو یہ تحفہ پیش کریں تاکہ طلباء اس سے مستفید ہو کر فتنہ انکار حدیث کے ہر پہلو سے آشنا ہو کر خدام حدیث کی سنہری لڑی میں شامل ہو جائیں۔

حالیہ اشاعت الاعتصام کے موجودہ سائز پر طبع کی گئی ہے جو تین صد سے زائد صفحات پر مشتمل اور چار رنگہ ٹائٹل سے مزین ہے۔ ہم نے اس میں اشتہارات دے کر قارئین کے علمی ذوق کو مجروح نہیں کیا۔ اس نمبر میں ہر فاضل مضمون نگار کا مختصر تعارف مضمون کے شروع میں دینے کی جدت بھی مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ نے ایجاد کی تھی جن کو اب موجودہ حالات کے مطابق مکمل کر دیا گیا ہے۔

قیمت 360 روپے

◉ کمپیوٹر کمپوزنگ ◉ عمدہ سفید کاغذ ◉ چار رنگہ ٹائٹل سے مزین جلد

دبستانِ نذیریہ کے گلِ سرسبد مولانا عبدالحق محدثِ ملتانی رحمہ اللہ

ریاض احمد عاقب اثری

پنجاب کے اکثر اصحابِ علم و فضل کا تذکرہ بھی حیطہ تحریر میں آ گیا ہے۔ واللہ الحمد

اسی طرح اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کے معروف صاحبِ قلم محترم مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ کو صحت و عافیت سے رکھے کہ انھوں نے پاک و ہند کے اکثر علمائے اہل حدیث کی تاریخ مرتب کر دی ہے اور تاحال اپنے قلم سیال کو حرکت میں رکھے ہوئے ہیں، ماشاء اللہ۔

مولانا عبدالحق محدثِ ملتانی رحمہ اللہ وہ عظیم عالمِ دین تھے کہ جنھوں نے درس و تدریس، دعوت و تبلیغ، وعظ و ارشاد، بحث و مباحثہ اور فتویٰ نویسی میں اپنا نام پیدا کیا۔ محدثِ ملتانی رحمہ اللہ کو حدیثِ رسولِ امین علی صاحبہا الصلاۃ والتسلیم پڑھانے میں بڑی مہارت تھی۔ علم وراثت کی گتھیاں سلجھانے میں یدِ طولیٰ تھا۔ قرآنِ فہمی و نکتہ شناسی میں خصوصی درک رکھتے تھے۔ جب آپ کا علمی شہرہ شہرِ ملتان سے نکل کر دیارِ ہند کے اطراف و اکناف تک پہنچا تو متلاشیانِ حق، تشکالِ علومِ نبوت اور طالبانِ با صفا کشاں کشاں ملتان کا رخ کرنے لگے۔ کثیر تعداد میں شائقینِ علم محدثِ ملتانی کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے چشمہٴ علم سے سیراب ہوئے اور اپنے علاقے میں جا کر توحید و سنت کا پرچار کیا۔ اللہ رب العزت نے مولانا موصوف کو معارفِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ کی وضاحت میں بے مثال صلاحیت و ذہانت عطا کر رکھی تھی۔

فتویٰ نویسی میں اتنی مہارت تھی کہ ملتان کے قدیم مفتیان اور حنفی علمائے کرام بھی اپنے فتوے پوچھنے اور لکھوانے کے لیے سالین کو ان کی خدمت میں روانہ کرتے تھے۔ زمانہ طالب علمی میں ہی اللہ تعالیٰ

شہرِ ملتان میں داعیِ حق مولانا سلطان محمود ملتانی رحمہ اللہ اور ان کے خانوادہٴ علمی کی مساعی جلیلہ اور خدمات جلیلہ قابلِ قدر ہیں۔ اس جگہ مولانا سلطان محمود ملتانی رحمہ اللہ کے بیٹے مولانا عبدالحق محدثِ ملتانی رحمہ اللہ کے احوالِ زیست منظرِ عام پر لانے کی سعی کر رہے ہیں۔

ملتان شہر کو یہ شرف حاصل ہے کہ شیخِ الکل مولانا نذیر حسین محدثِ دہلوی رحمہ اللہ کے پانچ ممتاز تلامذہ نے مخزنِ العلم دہلی سے تحصیلِ علم کے بعد اس شہر میں کتاب و سنت کی آبیاری کی۔ ان میں مولانا عبدالتواب محدثِ ملتانی اور مولانا عبدالحق محدثِ ملتانی کی خدمات و کارنامے سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہیں۔ افسوس دونوں بزرگوں کے اخلاف کی تغافلِ شعاری کی وجہ سے ان کی خدمات منصفہ شہود پر نہ آ سکیں۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ راقمِ ناچیز کو اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی کہ وہ پہلے مولانا عبدالتواب ملتانی کے احوالِ ضبطِ تحریر میں لایا، اب مولانا سلطان محمود ملتانی رحمہ اللہ کے جانشین کے حالات لکھنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

جنوبی پنجاب کے کتنے ایسے جلیل القدر علمائے اہل حدیث ہیں جنھوں نے اپنی پوری زندگی قرآن و حدیث کی خدمت میں بسر کر دی لیکن ان کی خدمات صفحاتِ تاریخ کی زینت نہ بن سکیں۔

یہ بڑی ستم ظریفی ہے کہ اس خطے کے اولین اہل قلم نے اس طرفِ عنانِ توجہ مبذول نہ کی۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ہمارے شیخِ محمد رفیق اثری رحمہ اللہ کو جنھوں نے اس کمی کو محسوس کرتے ہوئے اپنے استادِ گرامی مولانا سلطان محمود جلال پوری کی حیات و خدمات کو محفوظ کیا ہے۔ جس میں مولانا سلطان محمود رحمہ اللہ کے ساتھ ساتھ جنوبی

حلیہ:

ماہر اقبالیات محترم عبدالمجید خان ساجد مولانا عبدالحق ملتانی کے تربیت یافتہ ہیں جنہوں نے کافی عرصہ مولانا موصوف کے پاس گزارا۔ ساجد صاحب کے والد گرامی محمد ابراہیم خان، جو اردو پنجابی کے نامور شاعر تھے، مولانا سلطان محمود اور مولانا عبدالحق ملتانی سے متاثر ہو کر عامل بالجذبیث ہوئے تھے۔ آج بھی ساجد صاحب اور ان کے خاندان کے باقی افراد مولانا عبدالحق کے خاندان سے دلی لگاؤ و ارادت مندی کا جذبہ رکھتے ہیں۔ راقم نے عبدالمجید خان ساجد سے دو تین ملاقاتیں کی ہیں تاکہ مولانا محمود ملتانی کے خانوادہ علمی کے حالات اکٹھے ہو جائیں۔ ساجد صاحب کی عمر اب تقریباً ۸۷ سال کے لگ بھگ ہے، وہ مولانا عبدالحق کا حلیہ یوں بیان فرماتے ہیں:

”۱۹۳۱ء کی بات ہے۔ میں اپنے والد گرامی (محمد ابراہیم خان) کے ہمراہ مسجد اہل حدیث داخل ہوا تو مجھے مولانا عبدالحق محدث کا پر رونق نورانی چہرہ نظر آیا۔ فراخ پیشانی، آنکھوں میں سرمہ، سفید گھنی ریش مبارک، سر پر سفید پگڑی، سرخ و سفید چہرہ، گلابی ہونٹ، موٹی پنڈلی تک شلوار، یعنی پر وجاہت شخصیت نظر آتے تھے۔ مولانا موصوف کے پوتے مولانا انیس الحق شکل و شبہت میں اپنے دادا کا عکس ثانی ہیں۔“

تعلیم و تربیت:

مولانا عبدالحق ملتانی رحمہ اللہ نے جس گھر میں شعور کی آنکھ کھولی، وہ رب ذوالجلال کے فضل و کرم سے علم و عمل کا گہوارہ تھا۔ مولانا سلطان محمود رحمہ اللہ نے اپنے فرزند ارجمند کی تعلیم و تربیت کی طرف خصوصی توجہ مبذول رکھی۔

محلہ ”قالین بافاں“ کی مسجد اہل حدیث، جس میں مولانا سلطان محمود ملتانی رحمہ اللہ درس و تدریس اور وعظ و ارشاد کا آغاز کافی عرصہ پہلے کر چکے تھے، مرکز اہل حدیث کا منظر پیش کرتی تھی۔ جس میں دور دراز سے تشنگان علم اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے مولانا کی خدمت

نے آپ کو ذہنی صلاحیتوں سے مالا مال کر رکھا تھا۔ اپنے شیخ نذیر حسین محدث دہلوی کے ارشاد کی تعمیل میں فتاویٰ لکھا کرتے تھے۔ موصوف کے زمانہ طالب علمی کے تحریر کردہ فتاویٰ جات ”فتاویٰ نذیریہ“ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

محدث ملتانی نے جس دور میں آنکھ کھولی وہ شرک و بدعات کا زمانہ تھا۔ ہر طرف توہم پرستی، پیر پرستی اور گور پرستی کا دور دورہ تھا۔ جہالت کے مہیب سائے منڈلا رہے تھے۔ ہر طرف اسلام دشمن تحریکیں برسر پیکار تھیں۔ معیشت پر ہندوؤں کا راج تھا۔ انگریز کی شاطرانہ چالیں عروج پر تھیں۔ اس پر آشوب دور میں یہ جوان ہمت عالم دین اپنے والد ذی وقار کے ہمراہ دفاع اسلام کے لیے ہمہ تن سینہ سپر ہو گئے۔

مسند حدیث پر بیٹھ کر قال اللہ وقال الرسول کی دل کشا صدائیں بلند کیں۔ منبر و محراب میں کھڑے ہو کر حق و صداقت کا علم لہرایا۔ وعظ و نصیحت اور بحث و مباحثہ کے ذریعہ توحید الہی کا پرچار کیا اور شرک و بدعات کا خوب استیصال کیا۔ سلفی العقیدہ منتشر حضرات کو مجتمع کر کے تنظیم سازی کی۔

غرض مولانا عبدالحق محدث ملتانی اپنے عہد کے عظیم محدث، نکتہ سنج مفتی، ثرف نگاہ فقیہ، لاجواب خطیب، راسخ العلم عالم دین، فن تدریس کے ماہر اور صاحب کردار شخصیت کے مالک تھے۔

آئیے! اس داعی توحید و سنت، علم و عمل کے پیکر اور صاحب صدق و وفا عالم باعمل کے احوال زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں۔

ولادت و نام و نسب:

۱۸۷۰ء مطابق ۱۲۸۵ھ کو مولانا سلطان محمود ملتانی رحمہ اللہ کے ہاں محلہ ”قالین بافاں“ میں ایک دوسرا بیٹا پیدا ہوا۔ والدین نے اپنے اس بیٹے کا نام عبدالحق رکھا جو بعد میں ابو محمد عبدالحق محدث ملتانی کے نام سے مشہور و معروف ہوا۔ ابو محمد عبدالحق بن سلطان محمود بن فرید الدین آفریدی افغانی۔ افغانستان کے آفریدی خاندان سے یہ خاندان تعلق رکھتا ہے۔

فتاویٰ نذیریہ کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ شیخ اکل سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کے آخری عہد کے شاگرد تھے کیونکہ فتاویٰ نذیریہ میں مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے تحریر کردہ فتاویٰ کے آخر میں بعض جگہ ۱۳۱۷ھ اور بعض مقامات پر ۱۳۱۸ھ کی تاریخ ثبت ہے۔

جب کہ مولانا نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۲ء میں اس دنیا فانی سے دارالبقاء کی طرف کوچ فرما گئے تھے۔ غرض مولانا ملتانی رحمہ اللہ کافی مدت شیخ اکل رحمہ اللہ کے دامن علم سے وابستہ رہے اور ان کے علم و فضل اور فیوض و برکات سے خوب مستفید ہوئے۔ مسند تدریس پر:

محدث ملتانی حضرت العلام سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے علمی جواہرات سمیٹنے کے بعد اپنے وطن ملتان واپس لوٹے جہاں ان کے والد ماجد مولانا سلطان محمود ملتانی رحمہ اللہ درس و تدریس کی مسند سجائے ہوئے تھے۔ ان دنوں ملتان شہر میں اہل حدیث کے دو معروف مدارس تھے: ایک محلہ قالین بافاں میں مولانا سلطان محمود ملتانی رحمہ اللہ کا اور دوسرا مولانا قمر الدین ملتانی کا۔ مولانا قمر الدین ملتانی کے مدرسہ کو ان کی اولاد میں معروف عالم دین مولانا عبدالنواب محدث ملتانی نے منظم و متحرک کیا۔ انھوں نے محلہ قدیر آباد میں سلفی منہج کی ترویج اور قرآن و حدیث کی نشر و اشاعت میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔

مولانا موصوف نے درس و تدریس، تالیف و تصنیف اور دعوت و تبلیغ کے ساتھ ساتھ طباعت کتب کے لیے ”المکتبۃ السلفیہ“ کے نام سے ایک ادارہ قائم کر رکھا تھا جس سے حدیث کی نایاب کتب منصفہ شہود پر آئیں۔ جس کا اعتراف عالم عرب کے علمائے کرام نے بھی کیا ہے۔ مولانا عبدالنواب محدث ملتانی رحمہ اللہ کی خدمات و آثار جاننے کے لیے راقم کی تالیف ”مولانا عبدالنواب محدث ملتانی“ کی طرف مراجعت فرمائیں۔ ہم بات کر رہے تھے کہ محلہ قالین بافاں کے مدرسہ اہل حدیث کی جہاں مولانا سلطان محمود ملتانی شمع اسلام روشن کیے ہوئے تھے۔ مولانا

میں حاضری دیتے اور علم و عمل سے اپنا دامن لبریز کر کے واپس لوٹتے تھے۔ گویا مولانا عبدالحق نے علمی ماحول میں تعلیم و تربیت پائی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم سے لے کر اکثر مروجہ تعلیمی مراحل اپنے جلیل القدر والد محترم کے پاس طے کیے۔ علوم و فنون کی کتب کا ان سے درس لیا۔ مولانا عبدالحق کے اندر جب علمی کمالات و تفوق نمایاں ہونے لگا تو آپ کے والد ماجد نے آپ کو حصول علم کا مزید شوق دلایا، چنانچہ مولانا سلطان محمود رحمہ اللہ نے اپنے ان بیٹوں کو محدث دوراں، فقیہ العصر شیخ اکل مولانا نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کے پاس تحصیل علم کے لیے (مولانا) عبدالحق اور اپنے بڑے بیٹے (مولانا) عبدالعزیز کے ہمراہ ملتان سے مرکز علوم و فنون دہلی کی طرف روانہ کیا۔

شیخ اکل کی خدمت میں:

ان دنوں شہر دہلی میں دبستان نذیریہ کا خوب چرچا تھا۔ وہاں اپنے عہد کے محدث بے مثال، فقیہ باکمال، محقق کامل اور متبحر فی العلم شیخ اکل میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ وراثت نبوتی کی تقسیم میں مصروف عمل تھے۔ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے مدرسہ رحیمیہ کی مسند علمی پر بیٹھ کر ساٹھ سال مختلف علوم و فنون کے ساتھ ساتھ احادیث رسول کا درس دیا۔ موصوف کے درس و تدریس، علم و حکمت، وعظ و ارشاد اور فضل و کمال کا فیضان دور دور تک پہنچا۔

برصغیر کے اطراف و اکناف سے تشنگان علوم نبوت میاں صاحب کی مجلس علمی میں حاضری دیتے اور فیض یاب ہو کر اپنے اپنے علاقوں میں جا کر قرآن و حدیث کی تعلیم عام کی۔

اس محدث جلیل سے ایک بہت بڑی جماعت نے شرف تلمذ حاصل کیا جنھوں نے درس و تدریس، دعوت و جہاد، وعظ و نصیحت، تصنیف و تالیف، ادب و حکمت اور زہد و ورع میں کافی شہرت پائی۔

اسی دبستان نذیریہ کے ایک گل سرسبد ہمارے مدوح مولانا عبدالحق محدث ملتانی رحمہ اللہ بھی ہیں جن کو محدث دہلوی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری دے کر ان کے سامنے زانوئے تلمذتہ کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

سعیدی، مولانا الہی بخش شجاع آبادی، مولانا عبدالمبین جھنگوی، مولانا فیض اللہ ملتانی، مولانا شیخ عبدالرشید صدیقی، مولانا حکیم ضیاء الدین اعوان (حویلی بہادر شاہ)، مولانا عبدالقدوس انصاری احمد پوری اور آپ کے بیٹے مولانا شمس الحق ملتانی اور شرف الحق محمود رحمہ اللہ قابل ذکر ہیں۔

مولانا عبدالحق محدث ملتانی رحمہ اللہ کے حلقہ درس سے انسان تو انسان جن بھی مستفید ہوتے رہے، جیسا کہ محترم عبدالمجید خاں ساجد بیان کرتے ہیں:

”مولانا عبدالحق ملتانی رحمہ اللہ کی مسجد میں ایک پست قامت سانولے رنگ کا انسان تھا جو ہمہ وقت مسجد کی خدمت میں مصروف رہتا۔ اس کا نام اسرار تھا۔ ایک مرتبہ ہم نے رات موصوف کی مسجد میں بسر کی۔ بارہ بجے رات کو بیدار ہوا تو دیکھا اسرار نامی شخص مسجد کے اندر نہ تھا۔ میں نے جستجو کی تو اسے سخت سردی کے موسم میں ننگے بدن کے ساتھ باہر کھڑا پایا۔ صرف پنڈلی تک چھوٹا سا کپڑا باندھا ہوا تھا۔ ہم سردی میں مسجد کے اندر لحاف اوڑھے پڑے تھے اور وہ ننگے بدن مسجد کے صحن میں ایستادہ تھا۔ میں بڑا حیران و پریشان ہوا۔ بعد میں پتا چلا کہ وہ جن تھا جو مولانا عبدالحق ملتانی رحمہ اللہ سے اکتساب علم کر رہا تھا۔ مولانا کی وفات کے بعد پھر وہ کبھی نظر نہ آیا۔“

مولانا ممدوح تاحین حیات مسند تدریس سے وابستہ رہے۔ وہ بلاشبہ اقلیم علم کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کی تدریسی مساعی یقیناً قابل تحسین ہیں۔ وہ ایسے مستقل مزاج تھے کہ ایک ہی جگہ بیٹھ کر پوری زندگی قرآن و حدیث کی آبیاری کے لیے وقف کر دی۔ یہی تڑپ آگے ان کے تلامذہ میں بھی نظر آتی ہے۔ مولانا عبدالحق ملتانی رحمہ اللہ نے اپنے تلمیذ رشید مولانا سلطان محمود جلال پوری کو جلال پور تدریس کے لیے بھیجا۔ اس مردِ حق نے پوری زندگی بے آب و گیاہ ہستی میں بسر کر دی جہاں ان کے شیخ نے حکم دیا تھا حالانکہ ان کو ڈیرہ غازی خان

عبدالحق ملتانی رحمہ اللہ کے آنے کے بعد اس مدرسہ کی رونق میں مزید اضافہ ہوا۔ مولانا موصوف نے اپنے والد گرامی کے ساتھ مل کر قرآن و سنت کی بہت خدمت کی۔ مولانا عبدالحق ملتانی رحمہ اللہ نے درس و تدریس، وعظ و نصیحت اور تنظیم و افتاء میں قابل قدر خدمات انجام دیں۔ جن کا تذکرہ ہم آئندہ صفحات میں کریں گے، ان شاء اللہ۔

تدریسی خدمات:

مولانا عبدالحق ملتانی رحمہ اللہ جب مسند تدریس پر متمکن ہوئے تو ان کی تدریس کا شہرہ ملتان سے باہر دور دراز کے علاقوں تک جا پہنچا۔ علوم نبوت کے پیاسے ذوق و شوق سے ان کے حلقہ درس میں کھنچے چلے آئے۔

مولانا ملتانی رحمہ اللہ مختلف علوم و فنون کے علاوہ حدیث رسول پڑھانے میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ ملتان میں مولانا موصوف کے بارے میں مشہور تھا کہ آپ حدیث کا ”ٹوبہ“ ہیں۔ پنجابی زبان میں وسیع و عریض تالاب کو ٹوبہ کہتے ہیں۔

مولانا عبدالحق محدث ملتانی رحمہ اللہ کا ایک عظیم کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے مولانا عبدالنواب ملتانی رحمہ اللہ کے ساتھ مل کر ۱۹۱۰ء کو ملتان شہر کی اہم جگہ عام خاص باغ میں جامعہ دارالحدیث محمدیہ کی بنیاد رکھی۔ آج یہ مدرسہ اہل حدیث کے اہم مدارس میں شمار ہوتا ہے اور یہاں قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں دن رات گونج رہی ہیں۔ الحمد للہ علی ذلک

مولانا عبدالحق ملتانی کا حلقہ درس بہت وسیع تھا۔ آپ کے حلقہ درس سے فیض یاب ہونے والے طلبائے علم اپنے عہد کے عظیم محدث، نامور مفسر، بہترین مدرس، جید مبلغ، شہرت یافتہ مناظر اور نکتہ شناس خطیب ثابت ہوئے۔

آپ کے تلامذہ میں مولانا شرف الدین محدث دہلوی، مولانا فیض الرحمن ثوری، مولانا عبدالحق ہاشمی احمد پوری، مولانا سلطان محمود محدث جلال پوری، مناظر اسلام مولانا ملک عبدالعزیز ملتانی، مولانا عبدالاحد خاں چنگوانی، مولانا عبدالعزیز عالمگیری، مولانا عبدالعزیز

بہاول پور، جلال پور، مظفر گڑھ اور شجاع آباد وغیرہ علاقوں میں آمد و رفت کے لیے بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ اس زمانے میں مولانا عبدالحق ملتانی وغیرہ پیدل چل کر یا بیل گاڑی وغیرہ کے ذریعے مختلف دیہات و قصبات میں دعوت دین کے لیے جایا کرتے تھے۔ آج ان علاقوں کے بزرگ مولانا عبدالحق ملتانی کو یاد کرتے ہیں۔ یہ علماء محض رضائے الہی کے لیے لوگوں کو دین اسلام کی دعوت دیتے تھے، آج ایسے علمائے ربانین بہت کم نظر آتے ہیں۔

مولانا عبدالحق ملتانی رحمہ اللہ اپنے والد گرامی کے بعد جامع مسجد اہل حدیث میں نماز جمعہ کے بعد دو تین گھنٹے تک درس قرآن کا سلسلہ جاری رکھتے جو تقریباً ۱۹۴۵ء میں ان کی وفات تک چالیس برس جاری رہا۔ مولانا موصوف اپنے والد گرامی کی طرح فارسی زبان میں قرآن کی تفسیر نہایت خوش خط تحریر کر کے لاتے تھے اور سرائیکی میں اسے بیان کرتے تھے۔ اسی سلسلہ کو آپ کے بعد مولانا شمس الحق ملتانی نے جاری رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں علمائے کرام کے ذریعہ کئی صفحات پر مشتمل فارسی زبان میں تفسیر مکمل کروادی۔ واللہ الحمد

مولانا عبدالحق ملتانی رحمہ اللہ کے پیچھے جمعہ پڑھنے اور درس قرآن سننے کے لیے دور دراز کے علاقوں سے لوگ جوق در جوق حاضری دیتے تھے۔ جلال پور، بہاول پور، مظفر گڑھ، صادق آباد، لیاقت پور اور احمد پور شرقیہ کے احباب جماعت بالخصوص مولانا موصوف کے دروس علمیہ میں شرکت کرتے تھے۔

دعائے مغفرت

۱: حافظ بلال احمد درویش صاحب کہ سرمحرّم گزشتہ دنوں وفات پا گئے۔ احباب سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔
(لواحقین)

۲: ہمارے ایک عزیز محمد ایوب صاحب جو جماعتی متحرک ساتھی تھے۔ عین جوانی میں وفات پا گئے ہیں۔ احباب سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ (عبدالرحیم ظہر ڈیرہ، ڈیرہ غازی خان)

سے اس سے زیادہ سہولیات اور تنخواہ کی پیش کش تھی۔ لیکن اس محدث جلیل نے ایک ہی جگہ اپنے شیخ سے کیے ہوئے وعدے کو نبھایا اور وہاں سے ہٹے نہیں۔

دعوتی و تبلیغی خدمات:

دعوت دین اسلام اور تبلیغ تو حید و سنت ایک اہم فریضہ ہے۔ اس فریضہ کو مبلغ اعظم محمد رسول اللہ ﷺ نے احسن انداز میں ادا کیا۔ آپ ﷺ کے بعد میدان دعوت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وہ خدمات و کارہائے نمایاں سرانجام دیے جو رقی دنیا تک یاد رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو ”خیر امت“ کا لقب عطا فرما کر ان کے ذمہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ سونپا اور محمد مصطفیٰ ﷺ نے ”بلغوا عني ولو آية“ ارشاد فرما کر مزید اس میں استحکام بخشا۔

ہر دور میں علمائے ربانی نے اس فریضے کی ادائیگی میں بھرپور خدمات سرانجام دیں۔ ان مبلغین اسلام میں ہمارے ممدوح مولانا عبدالحق محدث ملتانی کا نام بھی شامل ہے۔ مولانا موصوف نے جس علاقے میں دعوت و تبلیغ کا کام کیا وہ علاقہ ”پیروی پور“ کے نام سے مشہور و معروف تھا۔ یہاں ایک طرف غیر مسلموں کی کثرت تھی۔ ہندو اپنی رسوم و رواج مسلمانوں میں عام کر رہے تھے۔ اپنے مندروں میں میلے منعقد کرتے تھے اور دوسری طرف قبر پرست اپنے بدعی افکار پھیلانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے۔ مولانا عبدالحق ملتانی رحمہ اللہ نے ان کے خلاف صدائے حق بلند کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کیا۔

مولانا ممدوح نے اپنی تبلیغی مساعی کا دائرہ ملتان شہر سے باہر بھی بڑھایا۔ وہ گاہ گاہ وعظ و ارشاد کے لیے جلال پور، بہاول پور، مظفر گڑھ اور شجاع آباد کے علاقوں میں تشریف لے جاتے اور وہاں دعوت حق کی نشر و اشاعت کرتے رہتے۔

اس زمانے میں بڑی سڑکیں بہت کم تھیں اور ذیلی سڑکوں کا تو تصور ہی نہ تھا۔ لوگ طویل سفر پیدل طے کرتے یا پھر گھوڑوں، اونٹوں اور بیل گاڑی پر جانا پڑتا تھا۔

بہ سلسلہ توہین رسالت

آزادی رائے سے متعلق چند سوالات

عطاء محمد جنجوعہ

۲۹

یہودی و نصاریٰ پہلے بھی جرم کرتے تھے لیکن مغربی دنیا میں اسلام کی اشاعت کے بعد انھوں نے نحسن انسانیت ﷺ کی اہانت کا سلسلہ تیز تر کر دیا۔ نائن الیون کے بعد توہین رسالت کے بیس واقعات رونما ہو چکے ہیں اور چار مرتبہ قرآن حکیم کی بے حرمتی کی گئی ہے۔

ستمبر ۲۰۱۲ء میں ہالی وڈ میں نبی کریم ﷺ کی ذات مقدس کے بارے توہین آمیز فلم ریلیز کی گئی۔ اس فلم کا ڈائریکٹر اسرائیلی نژاد یہودی ہے۔ اس کا ساتھی امریکا کا عیسائی شہری مورس صادق ہے۔ ان دونوں کو امریکا کے بدنام زمانہ پادری ٹیری جونز کی پشت پناہی حاصل ہے۔

جب کہ عالم اسلام میں لاکھوں پروانوں نے حب رسول سے سرشار ریلیاں نکالیں اور پُر امن انداز میں احتجاجی مظاہرے کیے۔ امریکا کے صدر اوباما نے اقوام متحدہ کے اجلاس میں کہا: ”توہین آمیز فلم جیسے اقدامات کو روکنا ممکن نہیں..... کیونکہ آزادی اظہار رائے کے خلاف احتجاج کا کوئی جواز نہیں بنتا۔“

باعث تعجب ہے کہ امریکا چیمپین بن کر دوسرے ممالک میں جمہوری نظام کے فروغ کے لیے کوشاں ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ عالمی سطح پر دو کروڑ یہودیوں کے مذموم فعل کو آزادی رائے کی آڑ میں تحفظ فراہم کرنا اور ایک ارب بیس کروڑ مسلمانوں کی رائے کو ٹھکرانا جمہوریت ہے یا آمریت؟

○ ایسا نظام جو آزادانہ رائے کی آڑ میں توہین رسالت کے مجرموں کو سزا دینے سے معذور ہو، اس نظام سے شرعی قانون کے نفاذ کی توقع رکھنا، کیا یہ دانش مندانہ فعل ہے؟

○ مسلم حکومت کا قومی جرائم میں ملوث مجرموں کی گرفتاریاں نشان دہی

امام کائنات ﷺ نے کوہ صفا پر کھڑے ہو کر قریش مکہ کو دعوت دی کہ تم لا الہ الا اللہ کا اقرار کر لو، نجات پا جاؤ گے اور عرب و عجم کے مالک بن جاؤ گے۔ اس موقع پر ابولہب نے آپ ﷺ کے بارے نازیبا الفاظ کہے۔ اللہ کی غیرت جوش میں آئی، جبریل امین وحی لے کر آئے:

﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ۝﴾ [الہب: ۱]

”ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ ہلاک ہو گیا۔“

سید الکونین ﷺ کے پیروکاروں کی تعداد میں اضافہ ہوا اور پھر اگر کسی نے آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایمانی جرأت کا مظاہرہ کر کے اس سے جینے کا حق چھین لیا۔ ماضی قریب میں ہندو راجپال نے بدنام زمانہ کتاب ”زنگیلا رسول“ شائع کی تو شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری رضی اللہ عنہ نے اس کا مدلل اور علمی جواب ”مقدس رسول“ کے نام سے دیا جب کہ شیع رسالت کے پروانے غازی علم الدین نے ہندو پیشتر کو لاکر ہلاک کر دیا۔

یہودی عالمی حکومت کے لیے کوشاں ہیں۔ امریکا و یورپی ریاستوں میں صہیونی وضع شدہ پالیسی نافذ ہوتی ہے۔ یہود و نصاریٰ نے مسلمانوں کو مرکز خلافت سے محروم کر کے چھوٹی ریاستوں میں بانٹ دیا۔ صہیونیوں نے نائن الیون کا ڈرامہ رچا کر عیسائیوں اور مسلمانوں کو آپس میں الجھا دیا۔ مغربی میڈیا نے اسلام کو دہشت گردوں کا مذہب قرار دیا۔ البتہ اس کا روشن پہلو یہ نکلا کہ مغربی دنیا کے لوگوں نے اسلام کا مطالعہ شروع کر دیا۔ امن و سلامتی کا آفاقی پیغام پڑھ کر ہزاروں کی تعداد میں لوگ مسلمان ہوئے۔ ایک مختاط اندازے کے مطابق ہر سال پچاس ہزار امریکی مسلمان ہو رہے ہیں۔

”آپ کہہ دیجیے: اے اللہ! اے تمام جہان کے مالک! تُو جسے چاہے بادشاہی دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور تُو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے، تیرے ہی ہاتھ میں سب بھلائیاں ہیں، بے شک تُو ہر چیز پر قادر ہے۔“

اگر وہ ارشاد ربانی پر ایمان رکھتے تو امریکا کو اقتدار کا مالک سمجھ کر خوف زدہ نہ ہوتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ کی وحدانیت اور عقیدہ ختم نبوت کے تقاضوں سے عہدہ برآء ہونے کے لیے تن من دھن قربان کر دیا، اللہ ذوالجلال نے اُن کو عرب و عجم کا وارث بنا دیا۔ عصر حاضر کے مسلمانوں کی فلاح اور حکمرانی کا راز لا اِلهَ اِلا اللہ محمد رسول اللہ پر صدقِ دل سے ایمان اور عملی زندگی میں ثبوت فراہم کرنے میں مضمر ہے۔

ضروری اعلان

ہفت روزہ ”الاعتصام“ لاہور میں مضامین ارسال کرنے والے خواتین و حضرات درج ذیل باتوں کا ضرور خیال فرمایا کریں:

- مضمون کاغذ کی ایک طرف لکھا ہو، صاف ستھرا اور حاشیہ چھوڑ کر لکھیں۔
- مضمون مدلل، باحوالہ، آیت، حدیث اور کتب کے نام و صفحہ نمبر مکمل تحریر فرمائیں۔
- جلسوں، کانفرنسوں کے اشتہارات یا اعلانات بھیجنے والے احباب اس کا اعلان جلسہ یا کانفرنس کے انعقاد سے پندرہ دن پہلے ارسال کر دیا کریں، نیز ان جلسوں یا تقاریب کی رپورٹ وغیرہ شائع کرنے سے ادارہ قاصر ہے۔

● مضمون ارسال کرنے والے شائع ہونے کے لیے اپنی باری کا انتظار کیا کریں نیز غیر معیاری مضامین کی اشاعت سے ادارہ معذرت خواہ ہے۔ امید ہے قارئین دفتر الاعتصام سے تعاون کریں گے۔ (منبر)

پروکروڑ روپے کا انعام مقرر کرنا لیکن کائنات کی مقدس ترین ہستی کی توہین کرنے والوں کے خلاف چارہ جوئی نہ کرنا حمیت ہے یا منافقت؟

● ڈنمارک میں توہین آمیز خاکے شائع ہوئے تو اُن کی تیار شدہ مصنوعات کے بائیکاٹ کا اعلان کیا گیا لیکن امریکا میں توہین آمیز فلم ریلیز ہوئی تو کسی نے بھی امریکی مصنوعات کے بائیکاٹ کی مہم شروع نہیں کی، کیوں؟

● مسلم لیڈروں نے مطالبہ کیا کہ یو۔ این۔ او مقدس ہستیوں کے خلاف توہین کرنے والوں کے خلاف قانون سازی کرے۔ توہین کرنے والی صیہونی قوم کی لونڈی اقوام متحدہ سے اپیل چہ معنی دارد؟

● نیویارک کے ٹریڈ سنٹر کے حادثے میں چند سو افراد مارے گئے۔ امریکا نے آئنائفا بغیر عدالتی ثبوت کے اسامہ پر الزام عائد کر دیا۔ امریکا نے اسامہ بن لادن کی گرفتاری کے لیے افغانستان میں کارپٹ بمباری جاری رکھی جس میں لاکھوں بے گناہ افراد ہلاک ہوئے۔ اس کے برعکس ۱۱ ستمبر کے سربراہانِ لیویا میں امریکی سفیر کی ہلاکت پر معذرت کرتے رہے۔ کسی حکمران نے جرأت کر کے امریکی سفیر کو طلب کر کے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ توہین رسالت پر مبنی فلم میں ملوث افراد کو ہمارے حوالے کر دتا کہ ہم اُن پر شرعی عدالت میں مقدمہ چلائیں۔ ایسا کیوں نہیں ہوا؟

اربابِ اقتدار اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں لیکن اس کی حاکمیت پر یقین نہیں رکھتے۔ سید الکونین ﷺ سے عقیدت و محبت کا اظہار کرتے ہیں لیکن وہ ایمان بالرسالت کے عملی تقاضوں کو پورا کرنے سے قاصر ہیں۔ وہ قرآن حکیم کی تلاوت تو کرتے ہیں:

﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مُلْكُ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَ تُعْزِزُ مَنْ تَشَاءُ وَ تُدْلِلُ مَنْ تَشَاءُ بِبَيْدِكَ الْغَيْبُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌۙ﴾

[ال عمران: ۲۶]

تبصرہ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دوسخوں کا آنا ضروری ہے

۳۱

اس بارے میں چار عناوین دیے گئے ہیں:

۱: زنا کے بارے میں عیسائیت کا موقف۔

ب: زنا کے بارے میں یہودیت کا موقف۔

ج: زنا کے متعلق اسلام کا موقف۔

د: سلیم الفطرت لوگوں کا زنا کے حوالے سے موقف۔

یہ کتاب انتہائی اہم مباحث اور تشریحات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ زنا کی سنگینی اور اس کے برے اثرات کی روک تھام اس گئے گزرے دور میں بہت ہی ضروری ہے۔ یہ نازک موضوع کئی بری طبائع کو صحیح انداز کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ کتاب طباعت، کاغذ، کمپوزنگ اور مضبوط جلد سے مزین اور بڑی خوب صورت ہے۔

نماز مقبول (قرآن وحدیث کی روشنی میں)

تالیف: ابو بکر صدیق حسینی

ضخامت: ۳۹ صفحات

ناشر: الاحسان فاؤنڈیشن، حسین خانوالہ، ہٹھار ضلع قصور

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

اسلام کی بنیاد جن پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے اُن میں ایک نماز ہے۔ نماز ہر مسلم عاقل و بالغ مرد و عورت پر فرض ہے۔ کتاب میں نماز کے موضوع پر قرآن وحدیث کے حوالے سے مسائل و فضائل بیان کیے گئے ہیں۔

یہ ”نماز مقبول“ ہے جسے پڑھ کر ہم اپنی نمازوں کو نبوی طریقہ کے مطابق درست کر سکتے ہیں۔ آج کتنے لوگ بازاروں، پارکوں، گھروں اور سینماؤں میں تو جاتے ہیں، اگر نہیں آتے تو مساجد میں نماز پڑھنے نہیں آتے۔

زنا کی سنگینی اور اس کے برے اثرات

تالیف: پروفیسر ڈاکٹر فضل الہی

ضخامت: ۳۳۸ صفحات

قیمت: ۴۰۰ روپے

ناشر: دارالنور اسلام آباد، موبائل نمبر: 0333-5139853

ملنے کا پتا: مکتبہ قدوسیہ ودیگر اسلامی کتب خانے، اردو بازار، لاہور

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

زنا ایک بہت ہی برا فعل اور گناہ کبیرہ ہے۔ اس کے نتائج و عواقب بھی برے، اس کے اثرات بھی برے اور اس میں مبتلا انسان کی روحانی و جسمانی زندگی کے لیے بھی یہ فعل انتہائی برا ہے۔ زنا جیسے موضوع پر اسلامی و اخلاقی کتب میں مواد متفرق مقامات پر بکھرا ہوا ملتا ہے۔ اللہ بھلا کرے ڈاکٹر صاحب موصوف کا کہ انھوں نے یہ مواد بڑی عرق ریزی اور جہد مسلسل سے جمع کر کے اسے کتابی صورت میں شائع کر دیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس کتاب کو مرتب کرتے وقت درج ذیل باتوں کا اہتمام فرمایا ہے:

۱: زنا کے متعلق اسلام کا موقف کتاب وسنت سے۔

۲: احادیث کو اصل مراجع سے درج فرمایا ہے۔

۳: موضوع سے متعلق صرف صحیح احادیث کو بیان کیا گیا ہے۔

اس کتاب کے صفحہ ۲۵ پر فصل اوّل کی تمہید کی وضاحت اس طرح ہے:

”تینوں آسمانی ادیان (یہودیت، عیسائیت، اسلام) زنا کی

حرمت اور قباحت پر متفق ہیں۔ علاوہ ازیں سلیم الفطرت

لوگ ہمیشہ سے اس سے نفرت شدید کرتے ہیں۔“

اللہ کریم ہر مسلمان کو نماز جیسی اہم عبادت بجالانے کی توفیق سے نوازے، آمین۔

کتاب پر حضرت مولانا محمد اسحاق رحمہ اللہ اور برادر ام ابتسام الہی ظہیر کی تقدیم ہے۔ خود بھی پڑھیں اور دوستوں کو بھی پڑھائیں۔

شرح عقیدہ واسطیہ (سوال جواباً)

مصنف: شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ

ضخامت: ۲۲۷ صفحات

خصوصیات: خوب صورت مجلد، اعلیٰ طباعت و کاغذ، نفیس ترتیب

ناشر: مکتبہ اسلامیہ بالمقابل رحمان مارکیٹ، غزنی سٹریٹ،

اردو بازار، لاہور

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا علمی مقام و مرتبہ رہتی دنیا تک ممتاز رہے گا۔

امام موصوف ایک متبحر عالم دین ہی نہ تھے بلکہ ایک مجاہد فی سبیل اللہ، کثیر التصانیف مؤلف، خطیب و مدرس بھی تھے۔

امام موصوف ہمیشہ حق و صداقت کے علم بردار رہے اور حق بات کہنے میں بڑے بے باک ثابت ہوئے۔ اس پاداش میں انھیں اپنے ہم عصر علماء سے سخت اختلاف کا بھی سامنا رہتا تھا۔ چنانچہ شیخ الاسلام کو مصائب و آلام بھی جھیلنے پڑے، حتیٰ کہ آپ کو حق و صداقت کے بیان کرنے پر قلعہ دمشق میں قید و بند کی صعوبتیں بھی جھیلنا پڑیں۔ دو برس تین ماہ کی قید تنہائی کے دوران ۷۲۸ھ میں انھیں اللہ کریم نے اپنے پاس بلا لیا اور آپ کا جنازہ اس طرح اٹھا کہ لوگوں کی کثیر تعداد اور خواص و عام علماء حقانی کا جم غفیر جنازے میں شامل تھا۔

زیر تبصرہ کتاب شیخ الاسلام رحمہ اللہ کی بڑی مقبول و مفید عقیدے کی کتاب ہے، جو قاضی واسطی کی خواہش پر شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے واسطی شہر میں بیٹھ کر ایک ہی نشست میں تحریر فرمادی تھی۔

شیخ الاسلام ایک زود نویس مصنف تھے۔ سلفی عقائد پر مشتمل ۲۴۹

سوالات کے جوابات بڑے مدلل، عام فہم اور حقائق پر مبنی ہیں۔ یہ کتاب مدارس سلفیہ میں شامل نصاب ہے۔ یہ عام گھروں میں بھی اگر پڑھی جائے اور سبقاً اگر اس کو اہل خاندان اور سب گھروالوں میں پڑھ کر سنایا جائے تو بڑا فائدہ ہو سکتا ہے۔

شرح عقیدہ واسطیہ عربی میں تھی۔ اس کی ترتیب و تسہیل کا عربی ہی میں کام الشیخ عبدالعزیز الحمد السلمان نے کیا، جب کہ ایک فاضل مکرم، مدینہ یونیورسٹی کے فاضل جناب محمد اختر صدیق رحمہ اللہ نے اسے اردو قالب میں ڈھالا ہے۔

عقیدے کی یہ کتاب عقائد کو درست کرنے کے لیے ایک شاندار کوشش ہے۔ عقائد اہل سنت کے ضمن میں یہ نہایت اعلیٰ معلوماتی، دلائل و براہین مزین اور توحید باری تعالیٰ کے فہم پر مبنی کتاب ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ شرک، صغیرہ و کبیرہ گناہ، تقدیر، عرش، کرسی، فرشتوں اور صحائف آسمانی و آسمانی کتب پر ایمان، پیغمبروں، رسولوں اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا ساتھ دینے جیسے اہم و ضروری سوالوں کے جوابات سب کچھ اس کتاب میں شامل ہے۔

جناب محمد سرور عاصم رحمہ اللہ نے بڑی محبت سے اس کتاب کو کمپیوٹرنگ کروا کے اور خوب صورت ٹائٹل و مجلد صورت میں شائع کر کے عامۃ الناس کو استفادے کا موقع فراہم کر دیا ہے۔ عقائد سلفیہ اور عقائد اہل سنت خود بھی سمجھیے اور آگے دوسرے لوگوں کو بھی سمجھائیے۔

ابنائے قدیم جامعہ محمدیہ اوکاڑا متوجہ ہوں

۱۹۴۷ء سے لے کر تاحال جو حضرات ادارہ جامعہ محمدیہ اوکاڑا سے

فارغ ہوئے ہوں یا کچھ عرصہ یہاں استفادہ کیا تو وہ حضرات اپنے

رابطہ نمبر اور نئے ڈاک پتے کے ساتھ مطلع فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیراً

(ظفر اللہ قمر لکھوی، ناظم دفتر۔ فون: 0442-524259)

(0442-557053 / 0307-6556497)

حمد

اس کی صفت ہو کیا بیاں وحدہ لا شریک لہ مالک ملک دو جہاں وحدہ لا شریک لہ
 آسودہ ہے میری نظر جلوۂ لا الہ سے ذکر سے اس کے ترزاں وحدہ لا شریک لہ
 وہ ہے صفات و ذات میں یکتا، خود اس نے کر دیا ”لیس کمثلہ“ بیاں وحدہ لا شریک لہ
 اس کی تجلیات کے ذرے میں زیب آسماں ماہ و نجوم و کہکشاں وحدہ لا شریک لہ
 نمرود کے الاؤ کو اپنے خلیل کے لیے کر دیا اس نے گلستاں وحدہ لا شریک لہ
 رمز دوام ذات ہے سر ہمہ صفات ہے آیت امر کن فکون، وحدہ لا شریک لہ
 تاج و کلاہ و تخت کیا؟ لوح و قلم اسی کے ہیں جس پر ہوا وہ مہرباں وحدہ لا شریک لہ
 تنہا وہ ذات کبریا، حی بھی لا یموت بھی ہستی اسی کی جادواں وحدہ لا شریک لہ
 حاصل زندگی مرا وہ دم واپسین کہ جب ہو بر زبان خستہ جاں وحدہ لا شریک لہ

تابش رو سیاہ کو ناز ہے اس کریم پر

رحمت ہے جس کی بے کراں وحدہ لا شریک لہ

(تابش مجازی)